امام احمد رضا اور حقوق العباد
مؤلف
مفتی فاروق خاں مہائمی مصباحی
بزم فیضان رضا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام احمد رضا اور حقوق العباد

مؤلف

مفتی فاروق خاں مہائمی مصباحی

ناشر

بزم فیضان رضا

طلبۂ دار العلوم محبوب سبحانی امام احمد رضا چوک، نیومل روڈ، کرلا (ویسٹ) ممبئی ۷۰

سلسلۂ اشاعت نمبر:۲۶

نام کتاب : امام احمد رضا علیہ الرحمہ اور حقوق العباد

مؤلف : فاروق خاں مہائمی مصباحی

Khan170690@gmail.com

+917860311024

تصحیح : مفتی طاہر رضا مصباحی

کمپوزنگ : بدست خود

سالِ اشاعت: ۲۵؍صفر المظفر؍۱۴۴۰ - ۳؍نومبر؍۲۰۱۸ء

بموقع عرسِ صدسالہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا

قیمت : ایصالِ ثواب کل مومنین و مومنات

ناشر : بزمِ فیضانِ رضا(طلبۂ دارالعلوم محبوبِ سبحانی)

فہرست

امام احمد رضا اور حقوقِ استاد

امام احمد رضا اور حقوقِ والدین

امام احمد رضا اور حقوق اولاد

امام احمد رضا اور حقوق زوجین

انتساب

فکر رضا کی ترویج و اشاعت کا عظیم مرکز

دارالعلوم محبوب سبحانی، کرلا، ممبئی

اس کے بانی مفتی عبدالرحیم ساحلؔ نوری مصباحی علیہ الرحمہ

اس کے موجودہ پرنسپل مولانا سید اکرام الحق قادری مصباحی دام ظلہ

اور اس کے جملہ اساتذہ، طلبہ، اراکین

کے نام

تہدیہ

میرے جملہ اساتذۂ کرام

میرے والدین کریمین

میرے اہل وعیال

میرے بھائی بہن

میرے دوست واحباب

کی بارگاہ میں

دیباچہ

"امام احمد رضا اور حقوق العباد" صد سالہ عرسِ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے موقع پر، اپنے امام کی بارگاہ میں خراج عقیدت ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور امام کے روحانی فیوض وبرکات سے نوازے۔ انھی کے نقشِ قدم پر چلائے اور اسی حال میں اپنے حضور بلا لے۔ اسی میں بھلائی نظر آتی ہے۔ ورنہ حالات سنگین ہوتے جارہے ہیں، لوگ کچھ زیادہ ہی بے باک ہوگئے ہیں، رحم پسندی کا غلط معنی بہتوں میں سرایت کرچکا ہے اور بہتوں میں کررہا ہے۔

اللھم اھدنا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیھم، غیر المغضوب علیھم ولاالضالین۔

یہ کتاب حسبِ ذیل پانچ ابواب پر مشتمل ہے:

(۱) امام احمد رضا اور حقوق العباد (۲) امام احمد رضا اور حقوق استاد (۳) امام احمد رضا اور حقوق والدین (۴) امام احمد رضا اور حقوق اولاد (۵) امام احمد رضا اور حقوق زوجین۔

ہر باب کے تحت دو فصلیں ہیں:

(۱) قلمی کردار: اس فصل میں ان چیزوں کو جنھیں امام نے تحریر فرمایا ہے، قدرے آسان کرکے بیان کیا گیا ہے۔

(۲) عملی کردار: اس فصل میں ان واقعات کا بیان ہے کہ امام نے اپنے متعلقہ حقوق کی ادائیگی کس طرح انجام دی۔ ان واقعات کی چھان بین میں اپنی طاقت بھر کوشش کی گئی ہے اور جو کچھ مل سکا، اسے اپنے قارئین کے حوالے کر دیا گیا ہے۔

میں سراپا شکرگزار ہوں حضرت مفتی طاہر رضا مصباحی، استاذ ارالعلوم محبوبِ سبحانی کا، کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت نکال کر اس کتاب کی تصحیح فرمائی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اسے میرے، میرے اساتذہ، میرے والدین، میرے اہل و عیال، بھائی بہن، دوست و احباب؛ بلکہ کل امتِ محمدیہ کے لیے ایصالِ ثواب کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

۲۵ / صفر المظفر / ۱۴۴۰ھ — فاروق خاں مہائی مصباحی

۳ / نومبر / ۲۰۱۸ء — خادمِ تدریس و افتا دارالعلوم محبوب سبحانی

Email : Khan170690@gmail.com

Mobile No +917860311024

تصحیح نامہ

حضرت مفتی طاہر رضا مصباحی استاد دارالعلوم محبوب سبحانی

الحمدللہ مجھ ناچیز کو میرے برادرِ مکرم حضرت مفتی فاروق خاں مہائمی مصباحی کی کتاب " امام احمد رضا اور حقوق العباد " کی تصحیح کرنے کا موقع میسر آیا، میں کتاب دیکھ کر ہی بہت خوش ہو گیا کہ عرسِ صد سالہ کہ موقع پر مہائمی صاحب کی طرف سے یہ ایک بہترین خراج عقیدت ہے۔

ناچیز نے بہت ہی گیرائی کے ساتھ اس کتاب کی تصحیح کا کام انجام دیا، میں نے پایا کہ مہائمی صاحب نے بہت ہی اہم موضوع پر قلم اٹھایاہے، عام طور سے اس موضوع پر کتابوں کے اندر مواد میسر نہیں آتا ہے اور آج کے اس پرفتن دور میں جہاں پر لوگ ذرہ برابر بھی ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت نہیں کرتے ہیں، خواہ وہ شوہر اور بیوی کے حقوق ہوں یا والدین اور اولاد کے حقوق ہوں یا استاذ اور شاگرد کے حقوق ہوں، سب کو آج کے اس دور میں یکسر نظرانداز کیا جارہا ہے۔ ضرورت تھی کہ اس اہم موضوع پر کوئی کتاب منظر عام پر آتی۔

اس کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے ہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان

اس طرح کے حقوق بیان کیے ہیں جو دیگر کتابوں میں پڑھنے کو نہیں ملتے اور ان احادیث سے ان حقوق کو ثابت کیا ہے جو عام طور سے لوگوں کی نظروں سے نہیں گزرتی ہیں اور یہ بھی کہ اعلیٰ حضرت نے ان حقوق کی ادائیگی کس طرح فرمائی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ موصوف کی خدمت عظیمہ کو قبول فرمائے، اپنے حبیب کے صدقے میں اس کتاب کو قبولیت کا درجہ عطا فرمائے اور اس کتاب کو ان کے لیے ذریعۂ نجات بنائے اور تمام امت مسلمہ کے لیے نافع بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

طاہر رضا مصباحی

خادمِ تدریس دارالعلوم محبوب سبحانی
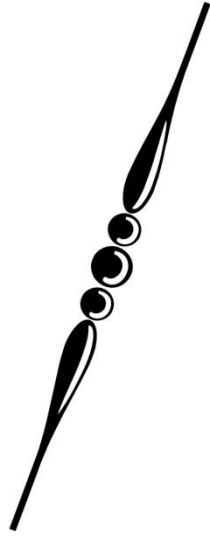
بسم اللہ الرحمن الرحیم
باب نمبر ۱
امام احمد رضا اور حقوق العباد

قلمی کردار

حقوق العباد کی تعریف

حق العبد ہر وہ مطالبۂ مالی ہے کہ شرعًا اس کے ذمہ کسی کے لیے ثابت ہو اور ہر وہ نقصان وآزار جو بے اجازت شرعیہ کسی قول فعل ترک سے کسی کے دِین، آبرو، جسم، مال یا صرف قلب کو پہنچایا جائے۔

حقوق العباد قسمیں

حقوق العباد کی دو قسمیں ہیں:

(۱) دین (۲) ظلم

ان دونوں کو تبعات اور دیون بھی کہتے ہیں۔

دَین کی تعریف

ہر وہ مطالبۂ مالی ہے کہ شرعًا اس کے ذمہ کسی کے لیے ثابت ہو۔

ظلم کی تعریف

ہر وہ نقصان وآزار جو بے اجازت شرعیہ کسی قول فعل ترک سے کسی کے دین، آبرو، جسم، مال یا صرف قلب کو پہنچایا جائے۔

دَین اور ظلم کے درمیان نسبت

دَین اور ظلم دونوں کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے۔ جس میں دو مادے افتراق کے اور ایک مادہ اجتماع کا ہوتا ہے۔ یعنی کہیں صرف دَین ہوگا ظلم نہیں، کہیں صرف ظلم ہوگا دَین نہیں اور کہیں دَین و ظلم دونوں ایک ساتھ پائے جائیں گے۔

پہلا مادۂ افتراق:

یعنی کہیں صرف دَین ہوگا ظلم نہیں، اس کی مثال جیسے خریدی ہوئی چیز کی قیمت، مزدور کی اجرت، عورت کا مہر وغیرہا دیون کہ عقود جائزہ شرعیہ سے اس کے ذمہ لازم ہوئے اور اس نے ان کی ادامیں کمی و تاخیرِ ناروانہ برتی۔ یہ حق العبد اس کی گردن پر ہے مگر کوئی ظلم نہیں۔

دوسرا مادۂ افتراق:

یعنی کہیں صرف ظلم ہوگا دین نہیں، اس کی مثال جیسے کسی کو مارا، گالی دی، برا کہا، غیبت کی کہ اس کی خبر اسے پہنچی، یہ سب حقوق العبد و ظلم ہیں، مگر کوئی دَین واجب الادا نہیں۔

مادۂ اجتماع:

یعنی کہیں دَین و ظلم دونوں ایک ساتھ پائے جائیں گے، اس کی مثال جیسے کسی کا مال چرایا، چھینا، لوٹا، رشوت سود جوئے میں لیا، یہ سب دیون بھی ہیں اور ظلم بھی۔

حقوق العباد بے شمار ہیں

قسم اول میں تمام صور عقود و مطالبہ مالیہ داخل، دوسری میں قول و فعل و ترک کو دِین آبرو جان جسم مال قلب میں ضرب دینے سے اٹھارہ انواع حاصل، ہر نوع صدہا صورتوں

کو شامل، تو کیوں کر گنا سکتے ہیں کہ حقوق العباد کس قدر ہیں، ہاں ان کا ضابطہ کلیۂ بتادیا گیا ہے کہ ان دو قسموں سے جو امر جہاں پایا جائے اسے حق العبد جانے۔

حقوق العباد کا حکم

پھر حق کس قسم کا ہو جب تک صاحب حق معاف نہ کرے معاف نہیں ہوتا۔

حقوق اللہ میں تو ظاہر کہ اس کے سوا دوسرا معاف کرنے والا کون؟

ومن یغفر الذنوب الا اللہ۔ (القرآن الکریم ۳/ ۱۳۵)

کون گناہ بخشے اللہ کے سوا۔

الحمدللہ، کہ معافی کریم غنی قدیر رؤف رحیم کے ہاتھ ہے۔

والکریم لایأتی منہ الا الکرم

(کریم سے سوائے کرم کے کچھ اور صادر نہیں ہوتا۔)

حقوق العباد میں بھی ملک دیان عزجلالہ نے اپنے دارالعدل کا یہی ضابطہ رکھا ہے کہ جب تک وہ بندہ معاف نہ کرے معاف نہ ہوگا، اگرچہ مولا تعالیٰ ہمارا اور ہمارے جان ومال وحقوق سب کا مالک ہے، اگر وہ بے ہماری مرضی کے ہمارے حقوق جسے چاہے معاف فرمادے تو بھی عین حق وعدل ہے؛ کہ ہم بھی اسی کے اور ہمارے حقوق بھی اسی کے مقرر فرمائے ہوئے، اگر وہ ہمارے خون ومال وعزت وغیرہا کو معصوم ومحترم نہ کرتا تو ہمیں کوئی کیسا ہی آزار پہنچاتا، نام کو بھی ہمارے حق میں گرفتار نہ ہوتا۔

یوں ہی اب اس حرمت وعصمت کے بعد بھی جسے چاہے ہمارے حقوق چھوڑدے، ہمیں کیا مجال عذر ہے، مگر اس کریم رحیم جل وعلا کی رحمت؛ کہ ہمارے حقوق

کا اختیار ہمارے ہاتھ رکھا ہے، بے ہمارے بخشے معاف ہوجانے کی شکل نہ رکھی؛ کہ کوئی ستم رسیدہ یہ نہ کہے کہ اے مالک میرے! میں اپنی داد کو نہ پہنچا۔

تین قسم کے دفتر ہیں

حدیث میں ہے، حضور پر نور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں:

الدواوین ثلٰثة. فدیوان لایغفر اللہ منہ شیئا و دیوان لایعبأ اللہ بہ شیئا و دیوان لایترک اللہ منہ شیئا فاما الدیوان الذی لایغفر اللہ منہ شیئا فالاشراک باللہ عزوجل واما الدیوان الذی لایعبأ اللہ بہ شیئا فظلم العبد نفسہ فیما بینہ وبین ربہ من صوم یوم ترکہ اوصلاۃ ترکھا فان اللہ تعالیٰ یغفر ذٰلک ان شاء ویتجاوزان شاء و اما الدیوان الذی لایترک اللہ منہ شیئا فمظالم العباد بینھم القصاص لامحالۃ۔

رواہ الامام احمد فی المسند والحاکم فی المستدرک عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا۔

یعنی دفتر تین ہیں:

ایک دفتر میں اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا،

اور ایک دفتر کی اللہ تعالیٰ کو کچھ پروا نہیں،

اور ایک دفتر میں اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا۔

وہ دفتر جس میں اصلاً معافی کی جگہ نہیں وہ تو کفر ہے، کہ کسی طرح نہ بخشا جائے گا۔

اور وہ دفتر جس کی اللہ عزوجل کو کچھ پروا نہیں، وہ بندے کا گناہ ہے خالص اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں؛ کہ کسی دن کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز چھوڑ دی، اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے معاف کر دے اور درگزر فرمائے۔

اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا وہ بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے کہ اس میں ضرور بدلہ ہونا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، حدیث: ۲۵۵۰۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج:۷، ص:۳۴۲)

مظلوم بکری ظالم بکری سے بدلہ لے گی

یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لتؤدن الحقوق الیٰ اهلها یوم القیٰمة حتی یقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء تنطحها۔

رواه الائمة احمد فی المسند ومسلم فی صحیحه والبخاری فی الادب المفرد والترمذی فی الجامع عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه۔

بے شک روز قیامت تمہیں اہل حقوق کو ان کے حق ادا کرنے ہوں گے یہاں تک کہ مُنڈی بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے گا کہ اسے سینگ مارے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب نصر الاخ ظالماً او مظلوماً، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج:۲ ص:۳۲۰)

چیونٹی سے چیونٹی کا بدلہ لیا جائے گا

ایک روایت میں فرمایا:

حتی الذرة من الذرة۔ رواه الامام احمد بسند صحیح۔

یہاں تک کہ چیونٹی سے چیونٹی کا عوض لیا جائے گا۔

(مسند امام احمد بن حنبل، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، المکتب الاسلامی، بیروت، ج:۲ص:۳۶۳)

قیامت میں حقوق العباد کی ادائیگی کیسے ہوگی

پھر وہاں روپے اشرفیاں تو ہیں نہیں کہ معاوضۂ حق میں دی جائیں، طریقۂ ادا یہ ہوگا کہ اس کی نیکیاں صاحبِ حق کو دی جائیں گی، اگر ادا ہوگیا غنیمت، ورنہ اُس کے گناہ اِس پر رکھے جائیں گے؛ یہاں تک کہ ترازوے عدل میں وزن پورا ہو۔

اس مضمون میں احادیثِ کثیرہ وارد ہیں، ان میں سے ایک صحیح مسلم کی یہ حدیث ہے، جو حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال اتدرون من المفلس قالوا المفلس فینا من لادرھم لہ ولامتاع فقال ان المفلس من امتی من یأتی یوم القیٰمۃ بصلوٰۃ وصیام وزکوٰۃ ویأتی قدشتم ھذا وقد قذف ھذا واکل مال ھذا وسفک دم ھذا وضرب ھذا فیعطی ھذا من حسناتہ وھذا من حسناتہ فان فنیت حسناتہ قبل ان یقضی ماعلیہ اخذ من خطایاھم فطرحت علیہ ثم طرح فی النار۔ والعیاذباللہ سبحٰنہ وتعالیٰ۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

”جانتے ہو مفلس کون ہے؟“

صحابہ نے عرض کی:

ہمارے یہاں تو مفلس وہ ہے جس کے پاس زر و مال نہ ہو۔

فرمایا:

''میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے، زکاۃ لے کر آئے اور یوں آئے کہ اسے گالی دی، اسے زنا کی تہمت لگائی، اس کا مال کھایا، اس کا خون گرایا اسے مارا تو اس کی نیکیاں اسے دی گئیں، پھر اگر نیکیاں ختم ہوچکیں اور حق باقی ہیں تو ان کے گناہ لے کر اس پر ڈالے گئے، پھر جہنم میں پھینک دیا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج:۲، ص:۳۲۰)

غیبت زنا سے سخت تر ہے

غرض حقوق العباد بے ان کی معافی کے معاف نہ ہوں گے، ولہٰذا مروی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''الغیبۃ اشد من الزنا۔'' غیبت زنا سے سخت تر ہے۔

کسی نے عرض کی: ''یہ کیوں کر؟''

فرمایا:

''الرجل یزنی ثم یتوب فیتوب اللہ علیہ وان صاحب الغیبۃ لایغفر لہ حتی یغفر لہ صاحبہ۔''

رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ والطبرانی فی الاوسط عن جابر بن عبداللہ وابی سعید الخدری والبیہقی عنہما وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

زانی توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ قبول فرمالے اور غیبت والے کی مغفرت نہ ہوگی جب تک وہ نہ بخشے جس کی غیبت کی ہے۔

والدین بچوں سے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے

پھر یہاں معاف کرالینا سہل ہے، قیامت کے دن اس کی امید مشکل ؛کہ وہاں ہر شخص اپنے اپنے حال میں گرفتار، نیکیوں کا طلب گار، برائیوں سے بے زار ہوگا، پرائی نیکیاں اپنے ہاتھ آتے، اپنی برائیاں اُس کے سر جاتے کسے بری معلوم ہوتی ہیں، یہاں تک کہ حدیث میں آیا ہے کہ ماں باپ کا بیٹے پر کچھ دین آتا ہوگا اسے روز قیامت پیٹیں گے ؛کہ ہمارا دین دے، وہ کہے گا میں تمھارا بچہ ہوں، یعنی شاید رحم کریں، وہ تمنا کریں گے کاش اور زیادہ ہوتا۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحریم الظلم، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج:۲، ص:۳۲۰)

الطبرانی عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول انہ یکون للوالدین علیٰ ولد ھمادین فاذا کان یوم القیٰمۃ یتعلقان بہ فیقول انا ولد کما فیودان او یتمنیان لوکان اکثر من ذٰلک۔

رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرماتے ہیں: " والدین کا بیٹے پر دین ہوگا قیامت کے روز والدین بیٹے پر لپکیں گے تو بیٹا کہے گا میں تمھارا بیٹا ہوں تو والدین کو حق دلایا جائے گا اور تمنا کریں گے کاش ہمارا حق اور زائد ہوتا۔

(المعجم الکبیر، حدیث:۱۰۵۲۶، المکتبۃ الفیصلیۃ، بیروت، ج:۱۰، ص:۲۷۰)

جب ماں باپ کا یہ حال تو اوروں سے امید خام خیال، ہاں! کریم و رحیم مالک و مولا جل جلالہ وتبارک وتعالیٰ جس پر رحم فرمانا چاہے گا تو یوں کرے گا کہ حق والے کو بے بہا قصور جنت معاوضہ میں عطا فرما کر عفوِ حق پر راضی کر دے گا، ایک کرشمہ کرم میں دونوں کا بھلا ہو گا، نہ اس کی حسنات اسے دی گئیں نہ اس کی سیئات اس کے سر رکھی گئیں نہ اس کا حق ضائع ہونے پایا؛ بلکہ حق سے ہزاروں درجے بہتر افضل پایا، رحمت حق کی بندہ نوازی ظالم ناجی مظلوم راضی۔

فللّٰہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا و یرضٰی۔

رب کا بے پناہ رحم وکرم کی مثالیں

(۱) حدیث میں ہے:

بینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جالس اذ رأیناہ اضحک حتی بدت ثنایاہ فقال لہ عمر مااضحکک یارسول اللہ بابی انت وامّی۔

ایک دن حضور پر نور سید العالمین ﷺ تشریف فرما تھے، ناگاہ خندہ فرمایا کہ اگلے دندان مبارک ظاہر ہوئے، امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:

یارسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان کس بات پر ہنسی آئی؟

ارشاد فرمایا:

رجلان من امتی جثیا بین یدی رب العزۃ، فقال احدھما

یارب خذ لی مظلمتی من اخی فقال اللہ تعالیٰ للطالب کیف تصنع باخیک ولم یبق من حسناتہ شیئ قال یارب فیحمل من اوزاری، وفاضت عینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالبکاء ثم قال ان ذٰلک الیوم عظیم یحتاج الناس ان یحمل عنھم من اوزارھم فقال اللہ للطالب ارفع بصرک فانظر فرفع فقال یارب اری مدائن من ذھب وقصورا من ذھب مکللۃ باللؤلؤ لای نبی ھذا اولای صدیق ھذا اولای شھید ھذا قال لمن اعطی الثمن قال یارب ومن یملک ذٰلک قال انت تملکہ قال بماذا قال بعفوک عن اخیک قال یارب فانی قد عفوت عنہ قال اللہ تعالیٰ فخذ بید اخیک فادخلہ الجنۃ فقال رسول ا للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عند ذٰلک اتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم فان اللہ یصلح بین المسلمین یوم القیٰمۃ۔

رواہ الحاکم فی المستدرک والبیھقی فی کتاب البعث والنشور وابو یعلیٰ فی مسندہ وسعید بن منصور فی سننہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دومرد میری امت سے رب العزت جل جلالہ کے حضور زانوؤں پر کھڑے ہوئے، ایک نے عرض کی:

"اے رب میرے! میرے اس بھائی نے جو ظلم مجھ پر کیا ہے اس کا عوض میرے لیے لے۔

رب تعالیٰ نے فرمایا:

"اپنے بھائی کے ساتھ کیا کرے گا، اس کی نیکیاں تو سب ہو چکیں؟"

مدعی نے عرض کی:

" اے رب میرے! تو میرے گناہ اٹھالے۔"

یہ فرما کر حضور رحمت عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آنکھیں گریہ سے بہہ نکلیں، پھر فرمایا:

"بے شک وہ دن بڑا سخت ہے، لوگ اس کے محتاج ہوں گے کہ ان کے گناہوں کا کچھ بوجھ اور لوگ اٹھائیں۔"

مولا عزوجل نے مدعی سے فرمایا:

"نظر اٹھا کر دیکھ۔"

اس نے نگاہ اٹھائی، کہا:

"اے رب میرے! میں سونے کے کچھ شہر اور سونے کے کچھ محل سراپا موتیوں سے جڑے ہوئے دیکھتا ہوں، یہ کس نبی کے ہیں؟ یا کس صدیق یا کس شہید کے ہیں؟"

مولا تبارک و تعالیٰ نے فرمایا:

"اس کے ہیں جو قیمت دے۔"

کہا:" اے رب میرے! بھلا ان کی قیمت کون دے سکتا ہے؟"

فرمایا:"تو۔"

عرض کی:"کیوں کر؟"

فرمایا:"یوں کہ اپنے بھائی کو معاف کر دے۔"

کہا: ''اے رب میرے! یہ بات ہے تو میں نے معاف کیا۔''

مولا جل مجدہ نے فرمایا: ''اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ لے اور جنت میں لے جا۔''

حضور سید عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اسے بیان کرکے فرمایا:

'' اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو، کہ مولا عزوجل قیامت کے دن مسلمانوں میں صلح کرائے گا۔''

(المستدرک للحاکم، کتاب الاہوال، دار الفکر، بیروت، ج:۴، ص:۵۷۶)

(۲) رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

اذا التقی الخلائق یوم القٰیمة نادی منادیا یااھل الجمع تتارکوا المظالم بینکم و ثوابکم علیّ۔ رواہ الطبرانی عن انس ایضاً رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن۔

جب مخلوق روز قیامت بہم ہوگی ایک منادی رب العزۃ جل وعلا کی طرف سے ندا کرے گا اے مجمع والو! آپس کے ظلموں کا تدارک کرلو اور تمھارا ثواب میرے ذمہ ہے۔

(المعجم الاوسط، حدیث:۵۱۴۰، مکتبۃ المعارف الریاض، ج:۶، ص:۶۷)

(۳) ایک اور حدیث میں ہے، حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرمایا:

ان اللہ یجمع الاولین والاٰخرین یوم القٰیمة فی صعید واحد ثم ینادی مناد من تحت العرش یااھل التوحید ان اللہ عزوجل قدعفا عنکم، فیقوم الناس فیتعلق بعضھم ببعض فی ظلامات ثم

ینادی منادیا اھل التوحید لیعف بعضکم عن بعض وعلیّ الثواب۔
رواہ ایضاعن ام ھانی رضی اللہ تعالیٰ عنھا۔

بے شک اللہ عزوجل روز قیامت سب اگلوں پچھلوں کوایک زمین میں جمع فرمائے گا، پھر زیر عرش سے منادی ندا کرے گا:

"اے توحید والو! مولا تعالیٰ نے تمھیں اپنے حقوق معاف فرمائے۔"

لوگ کھڑے ہوکر آپ کے دنیاوی مظلموں میں ایک دوسرے سے لپٹیں گے، منادی پکارے گا:

"اے توحید والو! ایک دوسرے کو معاف کردو اور ثوابِ دنیا میرے ذمہ ہے۔"

(المعجم الاوسط، حدیث:۱۳۵۸، مکتبۃ المعارف الریاض، ج:۲، ص:۲۰۰)

یہ دولت کبریٰ ونعمت عظمیٰ کہ اکرم الاکرمین جلت عظمتہ اپنے محض کرم وفضل سے اس ذلیل روسیاہ سراپا گناہ کو بھی عطا فرمائے۔ ع

کہ مستحق کرامت گنہگارانند

پانچ قسم کے لوگ ہی بچ پائیں گے

اس وقت کی نظر میں اس کا جلیل وعدہ جمیل مژدہ صاف صریح بالتصریح یا کالتصریح تصریح پانچ فرقوں کے لیے وارد ہوا:

اوّل حاجی

حاجی کہ پاک مال، پاک کمائی، پاک نیت سے حج کرے، اور اس میں لڑائی جھگڑے اور عورتوں کے سامنے تذکرۂ جماع اور ہر قسم کے گناہ ونافرمانی سے بچے، اس وقت تک جتنے

گناہ کیے تھے، بشرط قبول، سب معاف ہوجاتے ہیں،

پھر اگر حج کے بعد فوراً مر گیا تو اتنی مہلت نہ ملی کہ حقوق اللہ عزوجل یا بندوں کے اس کے ذمہ تھے انھیں ادا یا ادا کی فکر کرتا، تو امید واثق ہے کہ مولا تعالیٰ اپنے تمام حقوق سے مطلقاً درگزر فرمائے۔ یعنی نماز، روزہ، زکاۃ وغیرہا فرائض کہ بجا نہ لایا تھا، ان کے مطالبہ پر بھی قلم عفو الٰہی پھر جائے اور حقوق العباد و دیون و مظالم مثلاً کسی کا قرض آتا ہو، مال چھینا ہو، برا کہا ہو ان سب کو مولا تعالیٰ اپنے ذمۂ کرم پر لے لے، اصحاب حقوق کو روز قیامت راضی فرماکر مطالبہ و خصومت سے نجات بخشے۔

یوں ہی اگر بعد کو زندہ رہا اور بقدر قدرت، تدارکِ حقوق ادا کرلیا، یعنی زکاۃ دے دی، نماز روزہ کی قضا ادا کی، جس کا جو مطالبہ آتا تھا دے دیا، جسے آزار پہنچا تھا معاف کرالیا، جس مطالبہ کا لینے والا نہ رہا یا معلوم نہیں اس کی طرف سے تصدق کر دیا، بوجہِ قلتِ مہلت جو حق اللہ عزوجل یا بندہ کا ادا کرتے کرتے رہ گیا، اس کی نسبت اپنے مال میں وصیت کر دی، غرض جہاں تک طرق براءت پر قدرت ملی تقصیر نہ کی تو اس کے لیے امید اور زیادہ قوی؛ کہ اصل حقوق کی یہ تدبیر ہوگئی اور اثمِ مخالفت حج سے دھل چکا تھا۔

ہاں! اگر بعدِ حج باوصف قدرت ان امور میں قاصر رہا تو یہ سب گناہ از سر نو اس کے سر ہوں گے؛ کہ حقوق تو خود باقی ہی تھے، ان کی ادا میں پھر تاخیر و تقصیر سے گناہ تازہ ہوئے اور وہ حج ان کے ازالہ کو کافی نہ ہوگا؛ کہ حج گزرے گناہوں کو دھوتا ہے، آئندہ کے لیے پروانۂ بے قیدی نہیں ہوتا؛ بلکہ حجِ مبرور کی نشانی ہی یہ ہے کہ پہلے سے اچھا ہوکر پلٹے۔

فانّا للہ وانا الیہ راجعون ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسئلۂ حج میں بحمد اللہ تعالیٰ یہ وہ قول فیصل ہے جسے فقیر غفراللہ تعالیٰ لہ نے بعد تنقیح دلائل و مذاہب و احاطۂ اطراف و جوانب اختیار کیا، جس سے اقوالِ ائمۂ کرام میں توفیق اور دلائل حدیث و کلام میں تطبیق ہوتی ہے، اس، معرکۃ الآرا مبحث کی نفیس تحقیق بعونہ تعالیٰ فقیر غفراللہ تعالیٰ لہ نے بعد ورود اس سوال کے ایک تحریر جداگانہ میں لکھی، یہاں اس قدر کافی ہے وباللہ التوفیق۔

اس پر دلیلیں

''عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال وقف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعرفات وقد کادت الشمس ان تغرب فقال یابلال انصت لی الناس فقام بلال فقال انصتوا لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فنصت الناس فقال یامعاشر الناس اتانی جبریل اٰنفا فاقراٰنی من ربی السلام وقال ان اللہ عزوجل غفر لاھل عرفات واھل المعشر وضمن عنھم التبعات فقام عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال یارسول اللہ ھذالنا خاصۃ قال ھذا لکم ولمن اتی من بعدکم الیٰ یوم القیٰمۃ فقال عمر بن الخطاب کثر خیر اللہ وطاب۔''

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عرفات میں وقوف فرمایا، یہاں تک کہ آفتاب ڈوبنے پر آیا، اس وقت ارشاد ہوا:

''اے بلال! لوگوں کو میرے لیے خاموش کر۔''

بلال نے کھڑے ہو کر پکارا:

"رسول اللہ ﷺ کے لیے خاموش ہو جاؤ۔"

لوگ ساکت ہوئے۔

حضور پر نور ﷺ نے فرمایا:

"اے لوگو! ابھی جبریل نے حاضر ہو کر مجھے میرے رب کا سلام وپیام پہنچایا کہ اللہ عزوجل نے عرفات ومشعرالحرام والوں کی مغفرت فرمائی اور ان کے باہمی حقوق کا خود ضامن ہو گیا۔"

امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی:

"یارسول اللہ! کیا یہ دولت خاص ہمارے لیے ہے؟

فرمایا:

تمھارے لیے اور جو تمھارے بعد قیامت تک آئیں سب کے لیے۔"

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

"اللہ عزوجل کی خیر کثیر وپاکیزہ ہے۔" اھ والحمد للہ رب العٰلمین

(الدرالمنثور، مکتبہ آیۃ العظمی، قم ایران، ج:۱ص:۳۳۱۔۳۳۰)

دوم شہید بحر

شہید بحر کہ خاص اللہ عزوجل کی رضا چاہنے اور اس کا بول بالا ہونے کے لیے سمندر میں جہاد کرے اور وہاں ڈوب کر شہید ہو، حدیثوں میں آیا ہے کہ مولا عزوجل خود اپنے دستِ قدرت سے اس کی روح قبض کرتا اور اپنے تمام حقوق اسے معاف فرماتا اور بندوں

کے سب مطالبے جو اس پر تھے اپنے ذمۂ کرم پر لیتا ہے۔

اس پر دلیلیں

حدیث میں ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یغفر لشھید البر الذنوب کلھا الا الدین، و یغفر لشھید البحر الذنوب کلھا والدّین۔

حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

جو خشکی میں شہید ہو اس کے سب گناہ بخشے جاتے ہیں، مگر حقوق العباد۔ اور جو دریا میں شہادت پائے اس کے تمام گناہ و حقوق العباد سب معاف ہو جاتے ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، تاب الجہاد، باب فضل الغزو البحر، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ص:۲۰۴)

سوم شہید صبر

شہیدِ صبر یعنی وہ مسلمان سنی المذہب صحیح العقیدہ جسے ظالم نے گرفتار کر کے بحالت بے کسی و مجبوری قتل کیا، سولی دی، پھانسی دی؛ کہ یہ بوجہ اسیری قتال و مدافعت پر قادر نہ تھا ،بخلاف شہیدِ جہاد کہ مار تا مرتا ہے، اس کی بے کسی و بے دست پائی زیادہ باعث رحمت الٰہی ہوتی ہے؛ کہ حق اللہ وحق العبد کچھ نہیں رہتا، ان شاء اللہ تعالیٰ

اس پر دلیلیں

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بسند صحیح مروی ہے،

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

قتل الصبر لا یمر بذنب الا محاہ۔

قتل صبر کسی گناہ پر نہیں گزرتا مگر یہ کہ اسے مٹادیتا ہے۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار، کتاب الحدود، حدیث:۱۵۴۵، موسسۃ الرسالہ بیروت، ج:۲ص:۲۱۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے،

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

قتل الرجل صبرا کفارۃ لما قبلہ من الذنوب۔

آدمی کا بروجہ صبر مارا جانا تمام گزشتہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

(ایضاً، حدیث:۱۵۴۴، موسسۃ الرسالہ بیروت، ج:،۲ص:۲۱۳)

قال المناوی فی التیسیر ظاھرہ وان کان المقتول عاصیا ومات بلاتوبۃ ففیہ ردّ علی الخوارج والمعتزلۃ۔

علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا اس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ مقتول گناہ گار ہو اور بغیر توبہ مرجائے۔ پس اس میں خارجیوں اور معتزلہ کا رد ہے۔

(التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث قتل الصبر الخ، مکتبۃ الامام الشافعی الریاض، ج:۲، ص:۱۹۳)

ورأیتنی کتبت علی ھامشہ مانصہ اقول: بل لامحمل لہ سواہ فانہ ان لم یکن عاصیا لم یمر القتل بذنب وان کان تاب فکذالک فان التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔

مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے، جس کی عبارت یہ ہے:

میں کہتا ہوں: ’’ بلکہ اس کے علاوہ اس کا اور کوئی محمل نہیں؛ اس لیے کہ اگر مقتول گناہ گار نہ ہو تو پھر قتل کا گناہ پر گزر نہ ہوگا (گناہ ہی نہ ہو تو اس پر گزر کیسا) اور اگر اس نے توبہ

کرلی تو پھر بھی یہی حکم ہے، اس لیے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہوجاتا ہے کہ جس کا کوئی گناہ ہی نہیں۔

احادیث مطلق ہیں اور مخصص مفقود وحدث عن البحر ولاحرج اور ہم نے سنی المذہب کی تخصیص اس لیے کی کہ حدیث میں ہے،

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لو ان صاب بدعة مكذبا بالقدر قتل مظلوما صابرا محتسبا بين الركن والمقام لم ينظر الله في شيئ من امره حتى يدخله جهنم۔

اگر کوئی بدمذہب تقدیر کا منکر، خاص حجر اسود ومقام ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے درمیان محض مظلوم وصابر مارا جائے اور وہ اپنے اس قتل میں ثواب الٰہی ملنے کی نیت بھی رکھے، تاہم اللہ عزوجل اس کی کسی بات پر نظر نہ فرمائے، یہاں تک کہ اسے جہنم میں داخل کرے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(العلل المتناہیۃ، باب دخول المبتدع النار، حدیث:۲۱۵، نشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ج:۱، ص: ۱۴۰)

چہارم مدیون

مدیون جس نے بحاجتِ شرعیہ کسی نیک جائز کام کے لیے دین لیا اور اپنی چلتی ادا میں گئی نہ کی، نہ کبھی تاخیرِ ناروا رکھی؛ بلکہ ہمیشہ سچے دل سے ادا پر آمادہ اور تاحدِ قدرت اس کی فکر کرتا رہا، پھر بہ مجبوری ادا نہ ہوسکا اور موت آگئی تو مولا عزوجل اس کے لیے اس دین سے درگزر فرمائے گا اور روزِ قیامت اپنے خزانۂ قدرت سے ادا فرما کر دائن کو راضی کردے گا، اس کے لیے یہ وعدۂ خاص اسی دین کے واسطے ہے، نہ تمام حقوق العباد کے لیے۔

اس پر دلیلیں

حدیث میں ہے:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ادان دینا ینوی قضائہ اداہ اللہ عنہ یوم القیمۃ۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں: جو کسی دَین کا معاملہ کرے کہ اس کے ادا کی نیت رکھتا ہو، اللہ عزوجل اس کی طرف سے روزِ قیامت ادا فرمائے گا۔

(المعجم الکبیر، حدیث:۱۰۴۹، ج:۲۳، ص:۴۳۲، وحدیث:۷۹۴۹، ج:۸، ص:۲۹۰، المکتبۃ الفیصلیۃ، بیروت)

حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

من تداین بدین وفی نفسہ وفاؤہ ثم مات تجاوز اللہ عنہ وارضی غریمہ بماشاء۔

جس نے کوئی معاملہ دین کیا اور دل میں ادا کی نیت رکھتا تھا، پھر موت آگئی اللہ عزوجل اس سے درگزر فرمائے گا اور دائن کو جس طرح چاہے راضی کرے گا۔

(المستدرک للحاکم، کتاب البیوع: ان اللہ مع الدائن الخ، دار الفکر، بیروت، ج:۳ ص:۲۳)

نیک و جائز کی قید حدیث عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ظاہر کہ اس میں ضرورتِ جہاد و ضرورت تجہیز و تکفینِ مسلمان و ضرورتِ نکاح کو ذکر فرمایا، بلکہ بخاری تاریخ میں اور ابن ماجہ سنن میں اور حاکم مستدرک میں راویت کرتے ہیں،

حضور سید عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ مع الدائن حتی یقضی دینہ مالم یکن دینہ فیما یکرہ اللہ۔

بے شک اللہ تعالیٰ قرض دار کے ساتھ ہے یہاں تک کہ اپنا قرض ادا کرے، جب تک کہ اس کا دین اللہ تعالیٰ کے ناپسند کام میں نہ ہو۔(ایضًا)

بہ مجبوری رہ جانے کی قید حدیث ابن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے؛ کہ رب العزت جل وعلا روزِ قیامت مدیون سے پوچھے گا:

"تونے کاہے میں یہ دین لیا اور لوگوں کا حق ضائع کیا؟"

عرض کرے گا:

"اے رب میرے! توجانتا ہے کہ میرے اپنے کھانے، پینے، پہننے، ضائع کر دینے کے سبب وہ دَین نہ رہ گیا، بلکہ

اتی علی اما حرق واما سرق واما وضیعۃ،

آگ لگ گئی یا چوری ہوگئی یا تجارت میں ٹوٹا پڑا یوں رہ گیا،

مولا عزوجل فرمائے گا:

صدق عبدی فانا احق من قضی عنک۔

میرا بندہ سچ کہتا ہے سب سے زیادہ میں مستحق ہوں کہ تیری طرف سے ادا فرمادوں۔

(مسندِ امام احمد بن حنبل، عن عبدالرحمن بن ابی بکر، المکتب الاسلامی، بیروت، ج:۱ص:۱۹۸)

پھر مولا سبحانہ وتعالیٰ کوئی چیز منگا کر اس کے پلۂ میزان میں رکھ دے گا جس سے نیکیاں برائیوں پر غالب آجائیں گی اور وہ بندہ رحمت الٰہی کے فضل سے داخل جنت ہوگا۔

پنجم اولیاے کرام

اولیاے کرام صوفیۂ صدق ارباب معرفت قدست اسرارہم ونفعنا اللہ ببرکاتہم فی الدنیا والآخرۃ کہ بنصِ قطعیِ قرآن، روزِ قیامت ہر خوف وغم سے محفوظ وسلامت ہیں۔

اس پر دلیلیں

قال تعالیٰ: الا انّ اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔

(القرآن الکریم ۱۰/ ۶۲)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(لوگو!) آگاہ ہوجاؤ! یقیناً اللہ تعالیٰ کے دوست نہ انھیں کوئی ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تو ان میں بعض سے اگر بتقاضاے بشریت، بعض حقوقِ الٰہیہ میں اپنے منصب ومقام کے لحاظ سے -کہ حسنات الابرار سیئات المقربین- کوئی تقصیر واقع ہو تو مولا عزوجل اسے وقوع سے پہلے معاف کرچکا کہ:

قد اعطیتکم من قبل ان تسألونی وقد اجبتکم من قبل ان تدعونی وقد غفرت لکم من قبل ان تعصونی۔

میں نے تمھیں عطا فرمادیا اس سے پہلے کہ تم مجھ سے کچھ مانگو، اور میں نے تمھاری درخواست قبول کرلی قبل اس کے کہ تم مجھے پکارو، اور یقیناً تمھاری نافرمانی کرنے سے پہلے میں نے تمھیں معاف کردیا۔

(مفاتیح الغیب التفسیر الکبیر، المطبعۃ البہیۃ لمصریۃ، ج:۲۴ص:۲۵۷)

یوں ہی اگر باہم کسی طرح کی شکر رنجی یا کسی بندے کے حق میں کچھ کمی ہو، جیسے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے مشاجرات کہ:

ستکون لاصحابی زلۃ یغفرھا اللہ تعالیٰ لھم لسابقتھم معی۔

عن قریب میرے ساتھیوں سے کچھ لغزشیں ہوں گی جنھیں ان کی پیش قدمی کے باعث اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا۔

(الجامع الصغیر، حدیث:۴۳۵۶، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ج:۱ص:۲۰۱)

تو مولا تعالیٰ وہ حقوق اپنے ذمۂ کرم پر لے کر اربابِ حقوق کو حکم تجاوز فرمائے گا اور باہم صفائی کرا کر آمنے سامنے جنت کے عالی شان تختوں پر بٹھائے گا کہ:

ونزعنا ما فی صدورھم من غلّ اخوانا علیٰ سرر متقٰبلین۔

(القرآن الکریم ۱۰/ ۶۲)

اُن کے سینوں کو کینوں اور کدورتوں سے ہم پاک صاف کردیں گے، پھر وہ بھائی بھائی ہو کر ایک دوسرے کے آمنے سامنے تخت نشین ہوں گے۔

اسی مبارک قوم کے سرور و سردار، حضرات اہل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، جنھیں ارشاد ہوتا ہے:

اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم۔

جو چاہو کرو کہ میں تمھیں بخش چکا۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شہد بدرا، ج:۲، ص:۵۶۷، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

انھی کے اکابر سادات سے حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، جن کے لیے بارہا فرمایا گیا:

ماعلی عثمٰن ماعمل بعد هذه ماعلی عثمٰن ماعمل بعد هذه۔

آج سے عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں، آج سے عثمان کچھ کرے اس پر مواخذہ نہیں۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، مناقب عثمان ابن عفان، ج:۲، ص:۲۱۱، امین کمپنی، دہلی)

فقیر غفراللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے، حدیث:

عن انس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه و سلم :اذا احب الله عبداً لم یضره ذنب۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرنے لگے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا۔

(الفردوس بماثور الخطاب، حدیث:۲۴۳۲، ج:۲ص:۷۷، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

کا عمدہ محمل یہی ہے کہ محبوبانِ خدا اول تو گناہ کرتے ہی نہیں۔ ع

ان المحب لمن یحب مطیع

(بے شک محبت کرنے والا جس سے محبت کرتا ہے اس کا فرماں بردار و مطیع ہوتا ہے۔)

وهذا ما اختاره سیدنا الوالد رضی الله تعالیٰ عنه۔

اور احیاناً کوئی تقصیر واقع ہو تو واعظ وزاجر الٰہی انھیں متنبہ کرتا اور توفیق انابت دیتا ہے،

پھر التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔

(الفردوس بماثور الخطاب، حدیث:۲۴۳۲، دار لکتب العلمیۃ، بیروت، ج:۲ص:۷۷)

اس حدیث کا ٹکڑا ہے۔ وھذا ما مشی علیه المناوی فی التیسیر

اور بالفرض ارادۂ الٰہیہ دوسرے طور پر تجلی شان عفو و مغفرت واظہار مکان قبول ومحبوبیت پر نافذ ہوا تو عفوِ مطلق وارضائے اہل حق سامنے موجود، ضرر ذنب بحمد اللہ تعالیٰ ہر طرح مفقود۔

والحمد لله الکریم الودود، وھذا ما زدته بفضل المحمود۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کے گمان میں حدیث مذکور ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ینادی مناد من تحت العرش یا اھل التوحید، الحدیث۔

میں اہل توحید سے یہی محبوبان خدا مراد ہیں، کہ توحیدِ خالص تام کامل ہر گونہ شرک خفی واخفی سے پاک ومنزہ انھی کا حصہ ہے، بخلاف اہل دنیا جنھیں عبدالدینار عبدالدرہم عبد طمع عبد ہویٰ عبد رغب فرمایا گیا۔

(المعجم الاوسط، حدیث:۱۳۵۸، مکتبۃ المعارف الریاض، ج:۲، ص:۲۰۰)

وقال الله تعالیٰ افرأیت من اتخذ الٰھه ھواه۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: (اے محبوب!) کیا آپ نے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔

اور بے شک بے حصول معرفت الٰہی اطاعت ہوائے نفس سے باہر آنا سخت دشوار، یہ بندگانِ خدا نہ صرف عبادت، بلکہ طلب وارادت، بلکہ خود اصل ہستی و وجود میں اپنے رب جل مجدہ کی توحید کرتے ہیں:

لا الٰہ الا اللہ کے معنی عوام کے نزدیک لا معبود الا اللہ،

خواص کے نزدیک لا مقصود الا اللہ،

اہل ہدایت کے نزدیک لا مشہود الا اللہ،

ان اخص الخواص ارباب نہایت کے نزدیک لا موجود الا اللہ۔

تو اہلِ توحید کا سچا نام انھی کو زیبا، ولہٰذا ان کے علم توحید کہتے ہیں:

جعلنا اللہ تعالیٰ من خدامھم و تراب ا قدامھم فی الدنیا ولاٰخرۃ وغفر لنا بجاھھم عندہ انہ اھل التقوٰی واھل المغفرۃ اٰمین!

امید کرتا ہوں کہ اس حدیث کی یہ تاویل امام غزالی قدس سرہ العالی سے احسن واجود، وباللہ التوفیق۔

پھر ان صورتوں میں بھی جب کہ طرز یہی برتی گئی کہ صاحبِ حق کو راضی فرمائیں اور معاوضہ دے کر اسی سے بخشوائیں تو وہ کلیہ ہر طرح صادق رہا کہ حق العبد بے معافی عبد معاف نہیں ہوتا۔ غرض معاملہ نازک ہے اور امر شدید اور عمل تباہ امل بعید، اور کرم عمیم اور رحم عظیم، اور ایمان خوف و رجا کے درمیان۔

وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ شفیع المذنبین نجاۃ الھالکین مرتجی البائسین محمد واٰلہٖ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العٰلمین، واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۲۴، ص:۴۵۹ - ۴۷۶، مسہلًا)

عملی کردار

حقوق العباد کے تعلق سے جس طرح ساؤدھانی برتنے کی ضرورت ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنی پوری زندگی میں اس کا بھرپور خیال فرمایا ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے کسی سیرت نگار نے کہیں یہ لکھا ہو کہ "اعلیٰ حضرت پر فلاں کا اتنا حق باقی تھا۔" یہ میری نظر سے نہیں گزرا، بلکہ آپ نے ہر ایک کے حقوق کی پاسداری فرمائی، ان کا حال تو یہ تھا کہ ان کے پاس کچھ آتا تو اسے غریبوں میں تقسیم کر دیتے۔ کبھی کسی سائل کو خالی ہاتھ جانے نہ دیا، ان سب کے عللاوہ آپ بیواؤں، حاجت مندوں اور ناداروں کے لیے وظیفے بھی مقرر کر رکھے تھے۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۱۸، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

اعلیٰ حضرت پر کسی کا کوئی حق باقی نہ تھا

اعلیٰ حضرت ایک عالمِ باعمل انسان تھے، ان کا ظاہر و باطن ایک تھا، قول وفعل میں یکساں تھے، جو کچھ پڑھا اس پر عمل کیا اور جو عمل کیا خلوص للّٰہیت کے ساتھ کیا، اعلیٰ حضرت کی زندگی کے اس گوشے کو بیان کرتے ہوئے آپ کے شاگردِ رشید علامہ ظفرالدین رضوی علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کی سب صفتوں میں ایک بہت بڑی صفت

جو ایک عالم باعمل کی شان ہونی چاہیے تھی کہ آپ کا ظاہر باطن ایک تھا ۔ جو کچھ آپ کے دل میں تھا وہی زبان سے ادا فرماتے تھے۔ اور جو کچھ زبان سے فرماتے اسی پر آپ کا عمل تھا۔ کوئی شخص کیسا ہی پیارا ہو یا کیسا ہی معزز ہو ،کبھی اس کی رعایت سے کوئی بات خلافِ شرع اور اپنی تحقیق کے نہ زبان سے نکالتے نہ تحریر فرماتے۔اور رعایت مصلحت کا وہاں گزر ہی نہ تھا۔

یوں ہی جس طرح قلب و زبان میں یگانگت و اتفاقِ کلی تھا،اسی طرح زبان و عمل میں بھی ، مثلاً اپنے کو وہ ''محمدی سنی حنفی قادری'' فرماتے۔ یہی پہلی مہر مبارک میں کندہ بھی تھا، تو آپ پورے محمدی سنی تھے۔**کسی بات میں کسی فعل میں خلاف سنت نہیں کیا، نہ کسی وقت کسی موقع پر مذہب حنفی کے خلاف کوئی عمل کیا، نہ قادری مشرب کے خلاف کوئی بات کی۔''**

(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۲۸۸-۲۸۷،امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

مذکورہ بیان کے بعد یہ گمان باطل ہو جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ پر کسی کا کوئی حق باقی رہا ہو گا۔

حقوق العباد کے متعلق آپ کی وصیت

وصایا جسے آپ نے اپنے ہوش و حواس میں تحریر فرمایا، اس میں جابجا اس بات کی تاکید فرمائی کہ کوئی عمل خلاف سنت نہ ہو، اگر کسی کا کوئی حق آپ کے ذمے باقی ہوتا تو آپ اس

کا ذکر ضرور فرماتے، تاہم سب سے دست بستہ ان کے جو حقوق تھے معاف کرنے کی درخواست فرمائی تھی اور تمام اہلِ سنت سے اپنے حقوق معاف اللہ کی رضا کی خاطر معاف فرمایے تھے، وصایا شریف میں ہے:

''دوسری میری وصیت یہ ہے:

آپ حضرات نے کبھی مجھے کسی قسم کی تکلیف پہنچنے دی، میرے کام آپ لوگوں نے خود کیے مجھے نہ کرنے دیے، اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو جزاے خیر دے، مجھے آپ صاحبوں سے امید ہے کہ قبر میں بھی اپنی جانب سے کسی قسم کی تکلیف کے باعث نہ ہوں گے ، میں نے تمام اہلِ سنت سے اپنے حقوق لوجہ اللہ معاف کر دیے ہیں، آپ لوگوں سے دست بستہ عرض ہے کہ مجھ سے جو کچھ آپ کے حقوق میں فروگزاشت ہوئی ہو، وہ معاف کردیں اور حاضرین پر فرض ہے کہ جو حضرات یہاں موجود نہیں ان سے میری معافی کرالیں۔

(وصایا شریف، ص:۹)

حاجت مند مخلوق کی خدمت

اعلیٰ حضرت شروع شروع میں مرید نہ کیا کرتے، پھر نوری میاں علیہ الرحمہ کے کہنے پر کرنے لگے تھے، پر اب بھی نذرانہ قبول نہ کرتے، نوری میاں علیہ الرحمہ کے کہنے پر نذرانہ بھی قبول فرمانے لگے تھے، مگر اسے اپنے خرچ میں بالکل استعمال نہ کرتے، بلکہ اس

کاایک خاص مصرف تھا،آپ ان پیسوں کو ایک صندو قچے میں الگ جمع کرواتے ،اس میں سے بیواؤں اور حاجت مندووں کے لیے وظیفے مقرر فرمایا کرتے۔

(ماہنامہ پیغامِ شریعت، دہلی، ص:۷- ۸، شمارہ:اگست، سنہ:۲۰۱۷،

مقالہ:تذکرۂ خانوادۂ رضویہ بزبان حضرت شوکت میاں علیہ الرحمہ)

بقول آہ کے بھتیجے حضرت مولاناحسنین رضاخاں صاحب:

"اعلیٰ حضرت کی فطرت میں ایثار داخل تھا،اس کے لیے پہلے سے کسی تعارف یا ادنیٰ واسطے اور تعلق کی اصلاً حاجت نہ تھی،ایک شخص کا مسلمان ہوناہی بڑی ہمدردی کا مستحق بنا دیتا تھا۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت، ص:۱۰۲،امام احمد رضااکیڈمی)
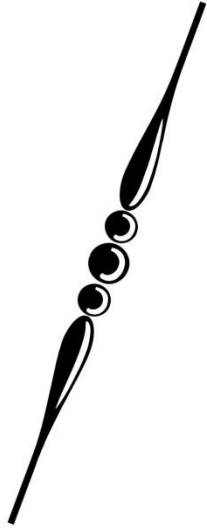
بسم اللہ الرحمن الرحیم
باب نمبر ۲
امام احمد رضا اور حقوق استاد

قلمی کردار

مندرجہ ذیل ۲۵؍ حقوق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے پوچھے گئے دو سوالوں کے جواب سے اخذ کیے گئے ہیں، ایک سے لے کر ۱۴؍ تک کے حقوق پہلے جواب سے ماخوذ ہیں اور ۱۵؍ سے لے کر ۲۵؍ تک کے حقوق دوسرے جواب سے ماخوذ ہیں۔ کوئی حق بیان کرنے میں اعلیٰ حضرت نے قرآن کی آیتیں یا احادیث کریمہ سے استدلال کیا ہے تو انھیں بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔

(۱) اس سے پہلے بات نہ کرے۔

(۲) اس کے بیٹھنے کی جگہ اس کی غیبت (عدم موجودگی) میں بھی نہ بیٹھے۔

(۳) چلنے میں اس سے آگے نہ بڑھے۔

(۴) اپنے مال میں کسی چیز سے اس کے ساتھ بخل نہ کرے یعنی جو کچھ اسے درکار ہو بخوشی خاطر حاضر کرے اور اس کے قبول کر لینے میں اس کا احسان اور اپنی سعادت جانے۔

(۵) استاد کے حق کو اپنے ماں باپ اور تمام مسلمانوں کے حق سے مقدم رکھے اور جس نے اسے اچھا علم سکھایا اگرچہ ایک ہی حرف پڑھایا ہو، اس کے لیے تواضع کرے۔

(۶) لائق نہیں کہ کسی وقت اس کی مدد سے باز رہے۔

(۷) اپنے استاد پر کسی کو ترجیح نہ دے، اگر ایسا کرے گا تو اس نے اسلام کی رسیوں سے ایک رسّی کھول دی۔

(۸) استاذ کی تعظیم یہ ہے کہ وہ اندر ہو اور یہ حاضر ہو تو اس کے دروازہ پر ہاتھ نہ مارے، بلکہ اس کے باہر آنے کا انتظار کرے۔

(بحوالہ فتاویٰ ہندیہ)

قال اللہ تعالیٰ:

''ان الذین ینادونک من وراء الحجرات اکثرھم لایعقلون ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللہ غفور رحیم'' (القرآن الکریم ۴۹/ ۴ و ۵)

بے شک اے حبیب! جو لوگ حجروں سے باہر کھڑے ہو کر تمھیں بلاتے ہیں، ان میں سے اکثر بے وقوف ہیں، وہ صبر کرتے حتیٰ کہ تم خود بخود باہر آجاتے، تو ان کے لیے بہتر تھا اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۹) عالم دین ہر مسلمان کے حق میں عموماً اور استاد علم دین اپنے شاگرد کے حق میں خصوصاً نائب حضور پر نور سید عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہے۔ (یعنی اس کی بات ماننا لازم جانے۔)

(۱۰) ہاں اگر کسی خلاف شرع بات کا حکم دے ہرگز نہ کرے۔ لا طاعة لاحد فی معصیة اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے۔

(۱۱) مگر اس نہ ماننے پر بھی گستاخی و بے ادبی سے پیش نہ آئے۔ فان المنکر لایزال بمنکر (کیوں کہ ناپسندیدہ چیز ناپسند عمل سے زائل نہیں ہوتی۔) نافرمانی احکام کا جواب اسی تقریر سے واضح ہو گیا، اس کا وہ حکم کہ خلاف شرع ہو مستثنیٰ کیا جائے گا، بکمال عاجزی و زاری معذرت کرے اور بچے۔

(۱۳) اور اگر اس کا حکم مباحات میں ہے تو حتی الوسع اس کی بجا آوری میں اپنی سعادت جانے۔

(۱۴) جس سے اس کے استاد کو کسی طرح کی ایذا پہنچے وہ علم کی برکت سے محروم رہے گا اور اگر اس کے احکام واجبات شرعیہ ہیں جب تو ظاہر ہے کہ ان کا لزوم اور زیادہ ہو گیا ان میں اس کی نافرمانی صریح راہ جہنم ہے۔

(۱۵) استاذ کی ناشکری جو کہ خوفناک بلا اور تباہ کن بیماری ہے اور علم کی برکتوں کو ختم کرنے والی ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔

جس نے لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا۔

اس حدیث کو امام احمد نے مسند میں، امام ترمذی نے جامع میں، ضیا نے المختارہ میں سند حسن کے ساتھ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں نعمان بن بشیر سے روایت کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لئن شکرتم لازیدنکم و لئن کفرتم انّ عذابی لشدید۔

(القرآن الکریم ۱۴/ ۷)

اگر تم نے شکر ادا کیا تو بے شک میں تمھیں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری اختیار کرو گے تو (جان لو کہ) بے شک میرا عذاب سخت ہے۔

نیز ارشاد فرمایا:

ان اللہ لا یحب کل مختال فخور ۔ (القرآن الکریم ۳۱/۱۸)

بے شک اللہ تعالیٰ ہر اترانے والے اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔

یہ بھی فرمایا:

ھل نجزٰی الا الکفور ۔ (القرآن الکریم ۳۴/۱۷)

ہم ناشکرے ہی کو بدلہ دیں گے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اولی معروفاً فلم یجد لہ جزاءً الا الثناء فقد شکرہ و من کتمہ فقد کفر۔

جس کے ساتھ نیکی کی گئی وہ سوائے تعریف کے محسن کے لیے کچھ نہ کر سکا تو اس نے اس کا شکریہ ادا کر دیا اور جس نے اس احسان کو چھپایا وہ ناشکرا ہوا۔

(بخاری ادب المفرد، ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان، مقدسی از جابر بن عبداللہ)

(۱۶) استاذ کے حقوق کا انکار جو کہ مسلمانوں بلکہ تمام عقل والوں کے اتفاق کے خلاف ہے، یہ بات ناشکری سے جدا ہے کیوں کہ ناشکری تو یہ ہے کہ احسان کے بدلے کوئی نیکی نہ کی جائے اور انکار یہ ہے کہ سرے سے احسان ہی کو نہ مانا جائے۔

یہ کہنا کہ استاذ نے تو مجھے صرف ابتداء میں پڑھایا تھا اس شخص کے لیے کچھ مفید نہیں کیوں کہ اس بات پر اتفاق ہے۔

حدیث شریف "من لم یشکر القلیل لم یشکر الکثیر"

جس نے تھوڑے احسان کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے زیادہ کا بھی شکر نہیں کیا۔

(۱۷) خدا کی پناہ استاذ کی ابتدائی تعلیم کو حقیر جاننا قرآن مجید اور فقہ کی مختصر کتابوں کی بے ادبی کی طرف راجع ہے، گویا کہ جس نے انھیں پڑھا اس نے کچھ بھی نہیں پڑھا۔

اگر کوئی شخص اسے لازم پکڑے تو معاملہ یقیناً کفر کی حد تک پہنچ جائے، اب بھی یہ بات شدید حرام اور بدترین خبیث ہے۔

(۱۸) استاذ کا مقابلہ کرنا یہ بھی ناشکری سے زائد ہے؛ کیوں کہ ناشکری تو یہ ہے کہ شکر نہ کیا جائے اور مقابلے کی صورت میں بجائے شکر کے اس کی مخالفت بھی ہے۔

(۱۹) استاذ کے حق کو والدین حق پر مقدم رکھنا چاہیے کیوں کہ والدین کے ذریعے بدن کی زندگی ہے اور استاذ روح کی زندگی کا سبب ہے۔ عین العلم میں ہے: والدین کے ساتھ نیکی کرنی چاہیے، کیوں کہ ان کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے اور استاذ کے حق کو والدین کے حق پر مقدم رکھنا چاہیے کیوں کہ وہ روح کی زندگی کا ذریعہ ہے۔ (ملخصًا)

علامہ مناوی جامع صغیر کی شرح تیسیر میں نقل فرماتے ہیں: جو شخص لوگوں کو علم سکھائے وہ بہترین باپ ہے؛ کیوں کہ وہ بدن کا نہیں روح کا باپ ہے۔

ظاہر ہے کہ نافرمانی کی شامت کہاں تک ہے، حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ نے اسے شرک کے پہلو میں شمار کیا اور بدترین کبیرہ گناہ خیال فرمایا۔

امام بخاری، مسلم اور ترمذی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"کیا میں تمھیں سب سے بڑا گناہ نہ بتادوں؟"

یہ بات آپ نے تین دفعہ فرمائی۔

صحابہ نے عرض کی: "فرمائیے۔"

آپ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔"

اور اگر اس قسم کی حدیثیں گننا شروع کر دی جائیں تو ان کے لیے دفتر درکا ہوگا۔

(۲۰) سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: "من علم عبدا اٰیة من کتاب الله تعالٰی فھو مولاہ" جس نے کسی آدمی کو قرآن مجید کی ایک آیت پڑھائی وہ اس کا آقا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں:

من علمنی حرفا فقد صیرنی عبدا ان شاء باع وان شاء اعتق۔

جس نے مجھے ایک حرف سکھایا اس نے مجھے اپنا غلام بنالیا، چاہے تو مجھے بیچ دے اور چاہے تو آزاد کر دے۔

امام شمس الدین سخاوی حدیث کے امیر المومنین شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

"من کتبت عنه اربعة احادیث او خمسة فانا عبده حتی اموت"

جس سے میں نے چار یا پانچ حدیثیں لکھیں میں اس کا تاحیات غلام ہوں۔

بلکہ انھوں نے فرمایا:

"ما کتبتُ عن احد حدیثا الا وکنت له عبدا ماحیی"

جس سے میں نے ایک حدیث لکھی میں اس کا عمر بھر غلام رہا ہوں۔

(۲۱) اپنے آپ کو استاذ سے افضل قرار دینا، یہ خلاف مامور ہے۔ طبرانی نے اوسط میں اور ابن عدی نے کامل میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

تعلموا العلم وتعلموا للعلم السکینة والوقار وتواضعوا لمن تعلمون منه۔

علم سیکھو اور علم کے لیے ادب واحترام سیکھو، جس استاذ نے تجھے علم سکھایا ہے اس کے سامنے عاجزی اور انکساری اختیار کرو۔

(۲۲) عقل مند اور سعادت مند اگر استاذ سے بڑے بھی ہو جائیں تو اسے استاذ کا فیض اور اس کی برکت سمجھتے ہیں اور پہلے سے بھی زیادہ استاذ کے پاؤں کی مٹّی پر سر ملتے ہیں۔

آخر اے بادِ صبا! سب تیرا ہی احسان ہے

(۲۳) بے عقل اور شریر اور ناسمجھ جب طاقت و توانائی حاصل کر لیتے ہیں تو بوڑھے باپ پر ہی زور آزمائی کرتے ہیں اور اس کے حکم کی خلاف ورزی اختیار کرتے ہیں جلد نظر آجائے گا کہ جب خود بوڑھے ہوں گے تو اپنے کیے ہوئے کی جزا اپنے ہاتھ سے چکھیں گے، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے، اور آخرت کا عذاب سخت اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔

(۲۴) کسی طرح جائز نہیں کہ استاذ کو طاقت کے ذریعے اس کے مرتبے سے گرا کر خود اس کی جگہ بیٹھا جائے اور لافیں ماری جائیں۔ حالاں کہ بیٹھنے کی جگہ اور معاش میں اسی طرح بستر اور مرتبے میں واضح فرق ہے۔ (یعنی جب استاذ کی جگہ اور اس کے بستر پر بیٹھنا نہیں چاہیے تو اس کے ذریعہ معاش اور مرتبے کو چھیننا کس طرح درست ہو گا؟)

(۲۵) کسی طرح درست نہیں کہ اوستاذ کو مجبور کر کے پیچھے ہٹادیا جائے اور خود منصب امامت سنبھال لیا جائے۔

(فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج:۲۴، ص:۴۱۲ – ۴۲۵، مرکز اہلِ سنت برکات رضا، پور بندر، گجرات)

ہارون رشید کا اپنے بیٹے کے استاذ کے لیے ادب

ہارون رشید جیسے جبّار بادشاہ نے مامون رشید کی تعلیم کے لیے حضرت امام کسائی سے عرض کیا۔

فرمایا: "میں یہاں پڑھانے نہ آؤں گا، شہزادہ میرے ہی مکان پر آجایا کرے۔"

ہارون رشید نے عرض کی:

"وہ وہیں حاضر ہو جایا کرے گا، مگر اُس کا سبق پہلے ہو۔"

فرمایا: "یہ بھی نہ ہو گا، بلکہ جو پہلے آئے گا اس کا سبق پہلے ہو گا۔"

غرض مامون رشید نے پڑھنا شروع کیا۔ اتفاقاً ایک روز ہارون رشید کا گزر ہوا، دیکھا کہ امام کسائی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور مامون رشید پانی ڈالتا ہے۔ بادشاہ غضب ناک ہو کر اُترا اور مامون رشید کے کوڑا مارا، اور کہا:

" اوبے ادب! خدا نے دو ہاتھ کس لیے دیے ہیں، ایک ہاتھ سے پانی ڈال اور دوسرے ہاتھ سے ان کا پاؤں دھو۔"

(الملفوظ، حصۂ اول، ص:۱۴۴، مکتبۃ المدینہ)

اس فصل میں ہم نے اعلیٰ حضرت کی حیات کو دو جہت سے پیش کرنے کی کوشش کی ہے، ایک بحیثیت شاگرد اور دوسری بحیثیت استاد۔

عملی کردار (بحیثیتِ شاگرد)

اعلیٰ حضرت کے اساتذہ کی فہرست بہت ہی مختصر ہے، آنے صرف ۶/ اساتذۂ کرام سے اکتسابِ فیض فرمایا، جن کے نام یہ ہے:

(۱) آپ کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ

(۲) وہ استاد جنھوں نے آپ کو ابتدائی کتاب پڑھائی

(۳) حضرت مولانا غلام قادر بیگ بریلوی علیہ الرحمہ

(۴) حضرت مولانا عبد العلی رام پوری علیہ الرحمہ

(۵) حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری علیہ الرحمہ

(۶) آپ کے پیر و مرشد علیہ الرحمہ

(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۹۵، امام احمد رضا اکیڈمی)

آئیے ایک سرسری نظر آپ کے شاگردانہ حالات پر دوڑالیں۔اعلیٰ حضرت اپنے اساتذہ کا بڑاادب فرمایا کرتے، ہمیشہ ایک محنتی طالب علم کی طرح وہی کام کرتے جس سے آپ کے اساتذہ کی روح خوش ہو جاتی۔ ذیل کے واقعات سے آپ اس کا اندازہ لگا سکیں گے:

استاد کی باتیں ہمیشہ ذہن نشین رکھتے

ایک فرماں بردار اور اچھے شاگرد کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے استاد کی باتوں کو ہمیشہ اپنے ذہن و دماغ میں محفوظ رکھتا ہے اور ان باتوں کا اثر اس کے دل میں ہمیشہ باقی رہتا ہے، آئیے اس عادت کے آئینے میں اعلیٰ حضرت کی زندگی کا مشاہدہ کریں:

ایک روز حضرت مولانا شاہ سیِّد احمد اَشرف صاحب کچھوچھوی سے فرمایا:

''رِدّوہابیہ'' اور'' افتا'' یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے، ان میں بھی طبیبِ حاذِق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے۔ میں بھی ایک طبیبِ حاذِق (یعنی آپ کے استاد حضرت علامہ نقی علی خاں علیہ الرحمہ) کے مطب میں سات برس بیٹھا، مجھے وہ وقت، وہ دن، وہ جگہ، وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے اچھی طرح یاد ہیں۔

میں نے ایک بار ایک نہایت پیچیدہ حکم کو بڑی کوشش و جاں فشانی سے نکالا اور اس کی تائیدات مع تنقیح آٹھ ورق میں جمع کیں مگر جب حضرت والدِ ماجد قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا تو انھوں نے ایک جملہ ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ورق رَدّ ہو گئے۔ **وہی جملے اب**

تک دل میں پڑے ہوئے ہیں اور قلب میں اب تک اُن کا اثر باقی ہے۔ خود ستائی جائز نہیں، مگر وقتِ حاجت، اظہارِ حقیقت تحدیثِ نعمت ہے۔

(الملفوظ، حصۂ اول، ص:۱۴۱، مکتبۃ المدینہ)

استاد جو بھی پڑھاتے وہ فوراً یاد کر لیتے

ہر استاد کا یہ حق ہوتا ہے کہ اس کا شاگرد، دورانِ درس ہمہ تن گوش ہوکر اس کی بات سنیں، استاد جو سبق دے اسے یاد کرے اور استاد کے حضور اسے سنائے، ایک مخلص استاد کے لیے شاگرد کی یہ عادت اتنی فرحت بخش ہوتی ہے کہ اگر کوئی طالب علم دن رات اس کی خدمت کرتا رہے، تب بھی اسے یہ خوشی میسر نہیں آتی، اعلیٰ حضرت کا درس سننے کا یہی معمول تھا، دھیان سے سنتے اور فوراً یاد کر کے سنا دیتے، خود بیان فرماتے ہیں:

" میرے استاد جن سے میں ابتدائی کتاب پڑھتا تھا، جب مجھے سبق پڑھا دیا کرتے ایک دو مرتبہ میں دیکھ کر کتاب بند کر دیتا۔ جب سبق سنتے تو حرف برف لفظ بہ لفظ سنادیتا۔ روزانہ کی حالت دیکھ کر سخت تعجب کرتے۔ ایک دن مجھ سے (فرطِ مسرت میں) فرمانے لگے:

"احمد میاں! تو کہوم آدمی ہو یا جن، کہ مجھ کو پڑھانے میں دیر لگتی ہے، مگر تم کو یاد کرنے میں دیر نہیں لگتی۔"

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۹۱، مطبوعہ: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

استاد کا بے حد احترام

اعلیٰ حضرت اپنے استاد کا کس طرح احترام فرماتے ، علامہ ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ کی کتاب حیاتِ اعلیٰ کے اس اقتباس سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

" ابتدائی کتابیں ان مولوی صاحب سے جب حضور نے پڑھ لیں تو میزان و منشعب وغیرہ جناب مرزا غلام قادر بیگ سے پڑھنا شروع کیا۔

میں نے جناب مرزا صاحب مرحوم و مغفور کو دیکھا تھا۔ گورا چٹا رنگ، عمر تقریبًا ۸۰/سال، داڑھی اور سر کے بال ایک ایک کر کے سفید ، عمامہ باندھے رہتے، **جب بھی اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لاتے اعلیٰ حضرت بہت ہی عزت و تکریم کے ساتھ پیش آتے۔**

ایک زمانہ میں جناب مرزا صاحب کا قیام کلکتہ امر تلالین میں تھا، وہاں سے اکثر سوالات، جواب طلب، بھیجا کرتے۔ فتاویٰ رضویہ میں بہت استفتا ان کے ہیں۔انھی کے ایک سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت نے رسالۂ مبارکہ'' **تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین**''تحریر فرمایا ہے۔

اعلیٰ حضرت ان کی بات بہت مانا کرتے، جب کوئی اہم کام سمجھا جاتا لوگ حضرت مرزا مرحوم کو سفارشی لاتے۔ ان کی سفارش بھی رائیگاں نہیں جاتی تھی۔ اعلیٰ حضرت ان کا بہت زیادہ خیال فرماتے، اور وہ جو کچھ فرماتے ان کی فرمائش قبول فرماتے۔"

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۹۱، مطبوعہ: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

استاد سے استفسار

مخلص اساتذۂ کرام اس کی تائید ضرور کریں گے کہ استاد کا ایک حق یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر طالب علم کو کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو وہ استاد سے پوچھے، یہ نہیں کہ سمجھ آئے یا نہ آئے بس بکری کی طرح سر ہلاتا رہے، اس سے استاد کو دلی تکلیف ہوتی۔ اعلیٰ حضرت انھی لائق و فائق شاگردوں میں سے تھے جو نہ سمجھ آنے پر استفسار کر لیا کرتے ہیں، علامہ ظفرالدین بہاری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

"وقتِ بسم اللہ خوانی عجیب واقعہ پیش آیا، حضور کے استادِ محترم نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے بعد الف با تا ثا، جس طرح پڑھایا جاتا ہے، پڑھایا۔ حضور ان کے بتانے کے مطابق پڑھتے رہے، جب "لام الف" کی نوبت آئی،

استاد نے فرمایا: "لام الف۔"

حضور خاموش ہوگئے اور نہیں کہا، استاد نے دوبارہ کہا:

"میاں 'لام الف'۔"

حضور نے فرمایا:

"یہ دونوں تو پڑھ چکے ہیں، لام بھی پڑھ چکے ہیں، الف بھی پڑھ چکے ہیں، یہ دوبارہ کیسا؟"

اس وقت حضور کے جد امجد اعلیٰ حضرت مولانا رضا علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز نے کہ جامع کمالات ظاہری و باطنی تھے، فرمایا:

"بیٹا استاد کا کہا مانو! جو کہتے ہیں پڑھو۔"

حضور نے اپنے جد امجد کی تعمیل حکم کی اور اپنے جد امجد کے چہرہ کی طرف نظر کی ۔حضور(جدِ امجد)نے اپنے فراست ایمانی سے سمجھا کہ اس بچے کو شبہ یہ ہورہا ہے کہ یہ حروف مفردہ کا بیان ہے۔ اب اس میں ایک مرکب لفظ کیسے آیا، ورنہ یہ دونوں حرف الگ الگ تو پڑھ چکے ہیں۔اگر چہ بچے کی عمر کے اعتبار سے اس راز کا ظاہر کرنا مناسب نہ تھا اور سمجھ سے بالا خیال کیا جاتا، مگر - ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات - حضرت جد امجد نے نور باطنی سے سمجھا کہ یہ بچہ کچھ ہونے والا ہے؛ اس لیے ابھی سے اسرار و نکات کا ذکر ان کے سامنے مناسب جانا، اور فرمایا :

"بیٹا تمھارا خیال درست اور سمجھنا بجا ہے، مگر بات یہ ہے کہ شروع میں تم نے جس کو الف پڑھا حقیقتاً وہ ہمزہ ہے، اور یہ درحقیقت الف ہے؛ لیکن الف ہمیشہ ساکن ہوتا ہے، اور ساکن کے ساتھ ابتدا ناممکن؛ اس لیے ایک حرف یعنی "لام" اول میں لاکر اس کا تلفظ بتانا مقصود ہے۔

حضور نے فرمایا:

" تو کوئی ایک حرف ملا دینا کافی تھا۔ اتنے دور کے بعد "لام" کی کیا خصوصیت ہے۔با،تا،دال، سین بھی اول لا سکتے تھے۔"

حضرت جد امجد نے غایت محبت و جوش میں گلے لگا لیا اور دل سے بہت دعائیں دیں، اور پھر فرمایا :

لام اور الف میں صورۃً اور سیرۃً مناسبت خاص ہے ، ظاہر لکھنے میں بھی

دونوں کی صورت ایک سی ہوتی ہے، اور سیرۃً اس وجہ سے کہ لفظ "لام" کا قلب "الف" ہے اور الف" کا قلب لا م ہے۔ یعنی یہ اس کے بیچ میں ہے وہ اس کے بیچ میں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج:ا، ص:۸۹- ۹۰، مطبوعہ: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

عملی کردار (بحیثیتِ استاد)

اگر ہم اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے شاگرد و خلفا کو شمار کرائیں تو ایک بہت لمبی فہرست تیار ہوجائے اور کتاب کا مقصد فوت ہوجائے، اس لیے ہم اس بحث میں نہ پڑ کر صرف ان تعلقات کا تذکرہ کرتے ہیں جو اعلیٰ حضرت کا اپنے تلامذہ سے تھا:

استاد کے نقشِ قدم پر

استاد کی یہ بھی خواہش ہوتی ہے کہ اس کا شاگرد اس کے نقشِ قدم پر چلتا رہے، وہ چاہتا ہے کہ جس طرح میں اپنے شاگردوں کے ساتھ پیش آتا ہوں میرا شاگرد بھی اپنے شاگردوں کے ساتھ اسی طرح پیش آئے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا معاملہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسا ہی تھا، جیسا آپ کے اساتذہ کا آپ کے ساتھ تھا۔ ذیل کے واقعہ سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

''جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ کہتا ہے کہ میں نے سب سے پہلے فتویٰ ۱۳۲۲ھ میں لکھا اور اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اصلاح کے لیے پیش کیا۔ حسن اتفاق سے بالکل بیچ نکلا۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز اس فتوی کو لیے ہوئے میرے پاس خود تشریف لائے اور ایک روپیہ دست مبارک سے فقیر کو عنایت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''مولانا سب سے پہلے فتویٰ میں نے لکھا تو میرے والد ماجد قدس سرہ العزیز (آپ کے استادِ محترم) نے مجھے شیرینی کھانے کے لیے ایک روپیہ عنایت فرمایا تھا۔ آج آپ نے جو

فتویٰ لکھا یہ پہلا فتویٰ ہے اور ماشاء اللہ بالکل صحیح ہے؛ اس لیے اسی اتباع میں ایک روپیہ آپ کو شیرینی کھانے کے لیے دیتا ہوں۔"

غایتِ مسرت کی وجہ سے میری زبان بند ہو گئی اور میں کچھ بول نہ سکا؛ اس لیے کہ فتویٰ پیش کرتے وقت میں خیال کر رہا تھا کہ خدا جانے جواب صحیح لکھا ہے یا غلط، مگر خدا کے فضل سے وہ صحیح اور بالکل صحیح نکلا۔ اور پھر اس پر انعام اور وہ بھی ان الفاظ کریمہ کے ساتھ کہ میرے والدِ ماجد صاحب (آپ کے استادِ محترم) نے مجھے اول فتویٰ پر انعام دیا تھا؛ اس لیے میں بھی اول فتویٰ صحیح پر انعام دیتا ہوں۔

(حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ: ۱۵۴، مرکز اہل سنت برکات رضا ، پور بندر، گجرات)

طلبہ کو بیٹے کی طرح مانتے

اعلیٰ حضرت اپنے شاگردوں کے ساتھ بالکل بیٹوں جیسا سلوک فرماتے،جس کا اعتراف خود آپ کے شاگردوں کو بھی تھا،چناں چہ آپ کے شاگردِ رشید حضرت مولانا ظفرالدین برکاتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

" حق یہ ہے کہ ایک خادم کی وہ عزت افزائی ہے جس کی حد نہیں اور پھر اس عزت افزائی کو ہمیشہ برقرار رکھا، میرے پاس اعلیٰ حضرت کے چالیس سے زیادہ مکاتیب ہیں جو وقتاً فوقتاً بریلی شریف سے آئے تھے، اس میں برابر **ولدی الأعز مولانا محمد ظفر الدین جعله الله تعالیٰ کاسمه ظفر الدین** سے شروع فرماتے، فتاویٰ شریف جلد اول میں میرا نام انھی لفظوں سے تحریر فرمایا ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء"

(حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ:۱۵۵، مرکز اہل سنت برکات رضا ، پور بندر، گجرات)

طلبہ کے لیے قلبی اضطراب

خلافت کمیٹی کا زمانہ تھا، خلافتیوں نے بریلی میں ایک جلسہ منعقد کیا تھا، آپ کے شاگرد مفتی امجد رضا کو جب معلوم ہوا کہ ان کا جلسہ ہونے والا ہے، اس جلسے میں مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی بھی آنے والا ہے، جو آکر اپنی گمراہیت تو پھلائے گا ہی ساتھ ہی اعلیٰ حضرت کی شان میں گستاخی بھی کرے گا، یہ معلوم ہوتے ہی آپ تن تنہا مخالفین کے بھرے ہوئے مجمع میں پہنچ گئے، جب در بھنگی صاحب کو معلوم ہوا کہ مفتی امجد رضا بھی جلسہ سننے آئے ہوئے ہیں تو عذر کر کے جلسے سے فرار ہو گیا اور ایک بڑا فتنہ ہوتے ہوتے ٹل گیا، اس مدت میں اعلیٰ حضرت کی دل کی کیفیت کیا تھی، اسے خود صدرالشریعہ کی زبان میں ملاحظہ فرمائیں:

" میرے جلسے میں جانے کی اطلاع کسی نے اعلیٰ حضرت کو دے دی ، اطلاع پا کر نہایت درجہ پریشان تھے، کہیں ایسا نہ ہو کہ منافقین کا جلسہ ہے کوئی حملہ کر دے یا اور کسی قسم کی اذیت پہنچائے، **خبر پا کر اعلیٰ حضرت مکان کے اندر تشریف نہیں لے گئے؛ بلکہ اس وقت سے جب تک میں جلسہ سے واپس نہ آیا برابر مسجد میں ٹھہرے رہے اور میری فتح ونصرت اور حفظ و امن کے لیے دعا کرتے رہے** ، حقیقت یہ ہے کہ ان کی دعاؤں ہی کا صدقہ ہے کہ فقیر جہاں جاتا

ہے کامیاب ہوتا ہے اور کبھی آج تک ذلیل و شرمندہ نہیں ہونا پڑا۔

(صدر الشریعہ کا تذکرہ خود ان کی زبانی، ص:۴۹، رضا اکیڈمی، لاہور)

اپنی خوشیوں میں طلبہ کو بھی شریک کرتے

اعلیٰ حضرت اپنی خوشی میں اپنے طلبہ کو بھی شریک فرماتے، ان کی دعوت کرتے اور خاص طلبہ کو کچھ بیش قیمتی تحفے تحائف سے بھی نوازتے:

حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب کو برابر بیٹیاں ہی پیدا ہوئیں؛ اس لیے سب لوگوں کی دلی تمنا تھی کہ کوئی بیٹا ہوتا، کہ اس کے ذریعے اعلیٰ حضرت کا نسب وحسب، فضل و کمالات کا سلسلہ جاری رہتا، خداوند عالم کی شان ۱۳۲۵ھ میں محمد ابراہیم رضا خاں سلمہٗ کی ولادت ہوئی۔ نہ صرف والدین اور اعلیٰ حضرت، بلکہ تمام خاندان، بلکہ جملہ متوسلین کو از حد خوشی ہوئی۔ اس خوشی میں من جملہ اور باتوں کے اعلیٰ حضرت نے جملہ طلبۂ مدرسہ اہل سنت و جماعت "منظر اسلام" کی ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔

بنگالی طلبہ سے دریافت فرمایا: آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں؟

انھوں نے کہا: "مچھلی بھات۔"

چناں چہ روہو مچھلی بہت وافر طریقہ پر منائی گئی اور ان لوگوں کی حسب خواہش دعوت ہوئی۔

بہاری طلبہ سے دریافت فرمایا: آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟

ان لوگوں نے کہا: "بریانی، زردہ، کباب، فیرنی، میٹھا ٹکڑہ وغیرہ۔"

ان کے لیے یہ پر تکلف کھانا تیار کرایا گیا۔

پنجاب اور ولایتی طلبہ کی خواہش ہوئی دنبے کا خوب چربی دار گوشت اور تنور کی پکی گرم گرم روٹیاں۔ ان لوگوں کے لیے وافر طور پر اسی کا انتظام ہوا۔

اس وقت خاص عزیزوں اور مریدوں کے لیے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا۔ نہایت ہی مسرت سے لکھتا ہوں کہ میں انھی خاص لوگوں میں ہوں جن کے لیے جوڑا بھی تیار کرایا گیا تھا۔ کرتا، پاے جامہ، جوتا، ٹوپی تو اسی زمانے میں پہن لیا تھا، مگر انگرکھا بہت قیمتی کپڑے کا تھا، گاہے گاہے اس کو پہنا کرتا تھا، وہ بہت دنوں تک رہا، یہاں تک کہ چھوٹا ہو گیا تو اس کو تبرکاً رکھ دیا۔ جب مدرسہ خانقاہ سہسرام میں مدرس ہوا اور مخلصِ قدیم مولوی سید غیاث الدین صاحب چشتی ابوالعلائی رجہتی بہاری کو حسب طلب محترم حامی دین متین جناب حامی محمد لعل خاں صاحب کلکتہ بھیجنے لگا، اس وقت میں نے وہ انگرکھا مولوی صاحب موصوف کی نذر کر دیا جو ان کے جسم پر ٹھیک آگیا۔

اس وقت ان کے بڑے بھائی مولوی محمد یونس صاحب نے کہا کہ تم کو لینا نہیں چاہیے تھا۔ مگر مولوی صاحب نے جواب دیا کہ اولاً مولانا کے میرے تعلقات دوستانہ قدیم زمانۂ طالب علمی کے ہیں، ثانیاً یہ انگرکھا تاریخی تبرک ہے، یہ اعلیٰ حضرت کا عطیہ ہے، یہ مولانا ظفر الدین صاحب کی محبت و خلوص ہے جو انھوں نے مجھے عنایت فرمایا، جو قیمتی ہونے کے علاوہ تبرک اور عزیزی مولوی محمد ابراہیم رضا خاں، عرف جیلانی میاں کی پیدائش کی یادگار ہے۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۱۰-۱۱۲، مطبوعہ: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

آپ کے طلبہ کا آپ سے قلبی لگاو

اعلیٰ حضرت اپنے شاگردوں سے اس قدر محبت و شفقت فرماتے کہ وہ آپ سے دور رہنا گوارا نہ کرتے، حتیٰ کہ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد آپ کے شہر بریلی تک کو چھوڑنا بعض طلبہ پر شاق گزرتا اور خود اعلیٰ حضرت بھی اپنے چہیتے طلبہ کو دور جانے نہ دیتے، آپ کے شاگرد رشید حضور صدر الشریعہ اپنی خود نوشت سوانح میں تحریر فرماتے ہیں:

''بریلی کے زمانۂ قیام میں بہت سی جگہوں سے ملازمت کے لیے لوگوں نے کوششیں کیں اور چاہا کہ ہمارے مدرسے میں آ کر کام کریں ،**مگر اعلیٰ حضرت قبلہ کے ساتھ جو تعلقات تھے اور اعلیٰ حضرت جیسی محبت فرماتے تھے قلب میں اس کا ایسا اثر تھا کہ بریلی چھوڑنے کو ہرگز دل نے گوارا نہ کیا۔** اگرچہ دوسری جگہ بریلی سے بہت زیادہ تنخواہیں ملتی تھیں اور کام بھی بریلی کی بہ نسبت تقریبًا ایک چھوٹا کرنا پڑتا ، مگر وہاں جانا پسند نہ کیا ، بلکہ خود اعلیٰ حضرت نے بھی اگر لوگوں نے آپ سے لے جانے کی درخواست بھی کی تو اجازت نہیں دی۔اعلیٰ حضرت کی وفات کے بعد، کچھ زمان گزرنے کے بعد بریلی کو چھوڑنا پڑا۔

(صدر الشریعہ کا تذکرہ خود ان کی زبانی، ص:۷۹، رضا اکیڈمی، لاہور)

طلبہ کو عیدی دیتے

عید کا موقع ہوتا تو جس طرح اپنے عزیز و اقارب کو عیدی عنایت فرماتے اسی طرح اپنے شاگردوں کو بھی عنایت فرماتے، مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"طالب علمی کے زمانہ میں جب بھی ماہ مبارک رمضان شریف میں بریلی شریف رہنا ہوا اور اس تعطیل میں اپنے گھر نہ آیا، تو عید الفطر کے دن جس طرح آپ تمام عزیزوں کو عیدی تقسیم فرماتے تھے اور دوسرے خاص طلبہ مثلاً مولوی سید عبد الرشید صاحب گوپاموی عظیم آبادی، مولوی سید شاہ غلام محمد صاحب درگاہ کلاں بہار شریف، مولوی محمد ابراہیم صاحب اوگانوی، مولانا مولوی محمد نذیر الحق صاحب رمضان پوری، مولوی اسماعیل صاحب بہاری، سب کو علیٰ قدر مراتب عیدی عطا فرماتے۔"

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۱۰، مطبوعہ: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

طلبہ کی حوصلہ افزائی فرماتے

طلبہ کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے، ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ نے کچھ اشعار پڑھے تو فرمایا:

"مولانا میں آپ کی خدمت میں کیا پیش کروں، -اپنے عمامہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے جو بہت قیمتی تھا- فرمایا: اگر اس عمامہ کو پیش کروں تو آپ اس دیار پاک سے تشریف لا رہے ہیں، یہ عمامہ آپ کے قدموں کے لائق بھی نہیں، البتہ میرے کپڑوں میں سب سے پیش قیمت ایک جبہ ہے وہ حاضر کیے دیتا ہوں۔"

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۱۷، مطبوعہ: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

طلبہ کو پہلے سے بڑی ذمے داری کے لیے تیار رکھتے

ایک دور اندیش استاد اور قائد کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کے انتقال کرنے کے بعد اس کے ذہین اور باصلاحیت طلبہ اس کی نیابت کا کام جاری رکھیں، اسی کوشش کی تکمیل کے لیے ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے حضور صدر الشریعہ اور حضور مفتیِ اعظم ہند کو بلایا اور علماے کرام کی موجودگی میں دونوں کو منصبِ افتا پر یہ کہتے ہوئے فائز فرمایا:

" شریعت کی جانب سے اللہ عز وجل اور اس کے رسول ﷺ نے جواختیار مجھے عطا فرمایا ہے، اس کی بنا پر میں ان دونوں کو اس کام پر مامور کرتا ہوں، نہ صرف مفتی؛ بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضی مقرر کرتا ہوں؛ کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو ایک قاضی اسلام کی ہوتی ہے۔"

اس کے بعد اپنے سامنے تخت پر بٹھا کر اس کام کے لیے قلم دوات وغیرہ سپرد کیا۔"

(صدر الشریعہ کا تذکرہ خود ان کی زبانی، ص:۴۹، رضا اکیڈمی، لاہور)

خواب میں تشریف لاکر طلبہ کی رہ نمائی فرمائی

آپ کے شاگرد حضور صدر الشریعہ اپنا ایک خواب اپنی خود نوشت سوانح میں بیان

فرماتے ہیں:

" اعلیٰ حضرت کی وفات سے چند روز بعد خواب میں دیکھا تقریبًا دس بجے دن کا وقت ہوگا ، زنانے مکان سے کچھ کاغذ ہاتھ میں لیے ہوئے برآمد ہوئے اورجس پلنگ پر باہرتشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ اس کے قریب حسب دستور کرسیاں پڑی ہوئی تھیں، ایک کرسی پر میں بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اپنے پلنگ کے پاس تشریف لا کر وہ تمام کاغذات میرے حوالے کیے۔

"اس وقت میری زبان سے نکلا کہ آپ کا توانتقال ہو چکا ہے،آپ کیسے تشریف لائے؟"

فرمایا:

" ہم اسی طرح آیا کریں گے۔"

خواب سے بے دار ہونے کے بعد میں نے یہ تصور کیا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح میرے زمانۂ حیات میں تم یہ سب کام انجام دیا کرتے تھے، اب بھی یہ چیزیں تمھارے سپرد کی جاتی ہیں، لوگوں کی تحریر کا جواب دینا تمھارے ہی متعلق کیا جاتا ہے۔ چناں چہ اس کے بعد بلا تکلف اس خدمت افتا وغیرہ کو انجام دیتا رہا

اور سمجھ لیا کہ جس طرح اعلیٰ حضرت نے اپنی حیات میں اس کام کو تفویض فرمایا تھا ، اب بھی اسی کام کو مجھ سے لینا چاہتے ہیں اور جو کچھ دشواریاں ہوں گی اس میں وہ خود مددکار ہوں گے۔"

(صدر الشریعہ کا تذکرہ خود ان کی زبانی، ص:۴۵- ۴۶، رضا اکیڈمی، لاہور)

طلبہ کا پریکٹکلی امتحان

کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ محض پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ اس کے لیے پریکٹس کی ضرورت ہوتی ہے، اگر پریکٹس نہ کرائی جائے تو اچھی خاصی معلومات ہونے کے باوجود لوگ غلطیاں کرتے رہتے ہیں، اس لیے ایک مخلص استاد کی ذمے داری ہوتی ہے کہ کچھ مسائل خاص طور پر مسائلِ فقیہ بچوں کو پریکٹکل کر کے سمجھائے، اعلیٰ حضرت بھی کبھی کبھی اپنے طلبہ کا پریکٹکل کروا کر امتحان لیتے، جو فیل ہوتا اسے کچھ دنوں کی مہلت دیتے کہ اپنی غلطیاں سدھار لیں، چناں چہ آپ کے شاگرد حضور صدر الشریعہ فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے منظر اسلام کے جملہ مدرسین و طلبہ کے متعلق حکم صادر فرمایا کہ سب لوگ وضو مولانا امجد علی صاحب کے سامنے کریں اور پھر ان کی نگرانی میں دو رکعت نماز بالجہر ادا کریں اور یہ حکم دیا تھا کہ ان کے وضو

اور نماز کو اچھی طرح دیکھا جائے اور اس میں جو کچھ غلطیاں ہوں، بتائی جائیں، جن لوگوں کی غلطیاں دیکھی جائیں ان کو موقع دیا جائے کہ کچھ دنوں مشق کرنے کے بعد پھر اپنے وضو اور نمازوں کا امتحان دیں، جس کے متعلق کہہ دیں کہ اس کا وضو اور نماز صحیح ہے، وہی شخص شہر کی کسی مسجد کی امامت کرسکتا ہے، ورنہ نہیں۔''

(صدر الشریعہ کا تذکرہ خود ان کی زبانی، ص:۴۸، رضا اکیڈمی، لاہور)

غلطی پر تنبیہ فرماتے

تلامذہ سے کبھی کوئی غلطی سرزد ہوتی تو اس پر تنبیہ فرماتے، چناں چہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے اپنے شاگرد مفتی امجد رضا سے فرمایا:

''اگر انتظام ہوسکا تو اسی سال (۱۳۳۷ھ) مدینہ طیبہ جانے کا خیال ہے۔''

مفتی امجد رضا نے عرض کیا:

''اگر حضور تشریف لے جائیں گے تو میں بھی ہم رِکاب رہوں گا۔''

اس پر ارشاد فرمایا:

''مدینہ طیبہ تشریف لے جانے کے بجائے حاضر ہونا کہنا چاہیے۔''

(صدر الشریعہ کا تذکرہ خود ان کی زبانی، ص:۷۹، رضا اکیڈمی، لاہور)

اپنے طلبہ کا مفید مشورہ قبول فرماتے

بڑے دل والے اور مخلص اساتذہ کی یہ شان ہوتی ہے کہ اگر ان کے طلبہ کوئی مفید مشورہ دیں تو وہ اسے قبول فرما لیتے ہیں، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو بھی جب ان کے طلبہ کوئی اہم مشورہ دیتے تو آپ اسے قبول فرمالیتے، چناں چہ صدرالشریعہ نے اعلیٰ حضرت کو قرآنِ کریم کا ترجمہ فرمانے کا مشورہ دیا، اعلیٰ حضرت کچھ وجوہات کی بنا پر راضی نہیں ہو رہے تھے، مگر جب حضور صدرالشریعہ نے بار بار اصرار کیا تو آپ راضی ہو گئے۔

(صدرالشریعہ کا تذکرہ خود ان کی زبانی، ص:۴۲، رضا اکیڈمی، لاہور)

حضور صدالشریعہ ہی کے مشورے پر اعلیٰ حضرت نے کئی لوگوں کو اپنی خلافت سے نوازا۔

(صدرالشریعہ کا تذکرہ خود ان کی زبانی، ص:۴۹، رضا اکیڈمی، لاہور)

دوسرے طلبہ کی ضرورت کا بھی خیال رکھتے

طالب علمِ دین خواہ آپ کا شاگرد ہو یا نہ ہو اس کی عزت فرماتے، اس کی ضرورتوں کا لحاظ رکھتے اور پوری کوشش فرماتے کہ کسی کو کوئی دلی تکلیف نہ ہو، ذیل کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

''جناب مولانا مولوی مقبول احمد خاں صاحب صدر مدرس و مہتمم ''حمیدیہ دربھنگہ'' نے فرمایا کہ میرا طالب علمی کا زمانہ تھا، میں ٹونک میں پڑھتا تھا، وہاں ایک بزرگ

تشریف لائے جن کی دعا اور تعویذات کا بہت ہی شہرہ اور حد سے زیادہ چرچا تھا۔ جس کو جس مقصد کے لیے تعویذ دیا تیر بہدف ثابت ہوا۔ جو جس مقصد کے لیے تعویذ مانگتا کامیابی اس کا قدم چومتی۔ کامیاب ہونے کے بعد وہ نذر بھی کافی پیش کرتا۔

ایک دن خود مجھ سے فرمایا: تم کوئی تعویذ نہیں مانگتے۔

میں نے کہا: میرے پاس نذر دینے کو روپے کہاں ہیں کہ اس کی ہمت کروں۔

فرمایا: تم سے کچھ نذر نہیں۔

اس کے بعد ایک نقش مجھے عطا فرمایا اور فرمایا: سونے کے پتر پر ''شرفِ آفتاب'' میں کندہ کرا کے انگوٹھی میں جڑوا کر پہن تسخیر واکسیر ہوگی۔

خدا کی شان کندہ کرنے والے بھی مل گئے اور اس قدر سونے کا بھی سامان ہو گیا۔ رہا ''شرفِ آفتاب'' معلوم کرنے کا مسئلہ۔ مجھے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت فاضل بریلوی مد ظلہ، اس فن میں کامل ہیں، چناں چہ ان کی خدمت میں عریضہ حاضر کیا اور دریافت کیا کہ امسال ''شرفِ آفتاب'' کب ہے اور کس وقت سے اور کب تک رہے گا۔ خدا کی شان کہ جس دن یہ عریضہ وہاں پہنچا، اس کے دوسرے ہی دن ''شرفِ آفتاب'' تھا۔ اور ظاہر ہے کہ اگر بواپسی ڈاک بھی اعلیٰ حضرت جواب تحریر فرماتے تو بریلی سے ٹونک تک ''شرفِ آفتاب'' ختم ہو جانے کے بعد خط پہنچتا۔ اس وقت مجھے جو صدمہ ہوتا، ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ بیان سے باہر ہوتا۔ اور ایک سال کامل پھر اس وقت کا انتظار کرنا پڑتا۔

اعلیٰ حضرت نے ایک طالب علم کی اس تکلیف وصدمہ کا خیال فرماتے ہوئے، اپنے پاس سے تار پر جواب دیا کہ کل ۹/ بجے سے شروع ہوگا اور ایک رات دن رہے گا۔

ٹھیک وقت پر مجھے تار مل گیا اور میں وقتِ مقررہ پر تعویذ کندہ کرا سکا، اس تعویذ کی انگوٹھی ہر وقت میرے ہاتھ میں رہتی ہے۔ جس وقت اس انگوٹھی کو دیکھتا ہوں، **اعلیٰ حضرت کی اس شفقت اور احسان کو یاد کرتا ہوں کہ ایک طالب علم کی ضرورت کا انھوں نے کس درجہ خیال کیا ورنہ اکثر لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ معمولی غیر شناسا آدمی جوابی خط بھی لکھتا، تب بھی اس کو جواب دینے کی زحمت برداشت نہیں کی جاتی نہ کہ اپنے پاس سے تار دینا اور یہ خیال کرنا کہ وقت گزر جانے کے بعد اگر جواب دیا گیا تو کس کام کا۔ واقعی یہ بڑوں کی بڑی بات ہے۔**

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج:۱، ص:۱۱۴ - ۱۱۵، مطبوعہ: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب نمبر ۳
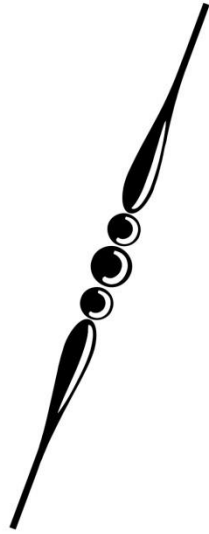
امام احمد رضا اور حقوق والدین

قلمی کردار

آئیے دیکھیں کہ آپ نے اس تعلق سے کیا قلمی خدمات انجام دی ہیں:

والدین کا نافرمان فاسق، فاجر، مرتکبِ کبائر، عاق ہے

آپ سے ایک استفتا ہوا کہ ایک بیٹا اپنے والد کی نافرمانی کرتا ہے، اس کا کیا حکم ہے، اس کے جواب میں آپ لکھتے ہیں:

''پسر مذکور فاسق فاجر مرتکب کبائر عاق ہے اور اسے سخت عذاب وغضب الٰہی کا استحقاق، باپ کی نافرمانی اللہ جبار وقہار کی نافرمانی ہے اور باپ کی ناراضی اللہ جبار وقہار کی ناراضی ہے، آدمی ماں باپ کو راضی کرے تو وہ اس کے جنت ہیں اور ناراض کرے تو وہی اس کے دوزخ ہیں۔ جب تک باپ کو راضی نہ کرے گا اس کا کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی عمل نیک اصلاً قبول نہ ہوگا، عذاب آخرت کے علاوہ دنیا میں ہی جیتے جی سخت بلاء نازل ہوگی مرتے وقت معاذاللہ کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔''

اس کے بعد مذکورہ احکام پر آپ یہ آٹھ احادیث کریمہ بطور استدلال پیش کرتے ہیں:

حدیث نمبر ا:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

طاعة الله طاعة الوالد و معصية الله معصية الوالد۔ رواہ الطبرانی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اللہ کی اطاعت ہے والد کی اطاعت، اور اللہ کی معصیت ہے والد کی معصیت۔

حدیث نمبر ۲

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

رضا الله فی رضا الوالد وسخط الله فی سخط الوالد۔ رواہ الترمذی وابن حبان فی صحیحہ والحاکم عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضی والد کی ناراضی میں ہے۔

حدیث نمبر ۳

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

هما جنتک ونارک۔ رواہ ابن ماجۃ عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ماں باپ تیری جنت اور تیری دوزخ ہیں۔

حدیث نمبر ۴

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

الوالد اوسط ابواب الجنة فان شئت فاضع ذٰلک الباب او احفظه۔

رواہ الترمذی فی صحیحه وابن ماجة وابن حبان عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

والد جنت کے سب دروازوں میں بیچ کا دروازہ ہے اب تو چاہے تو اس دروازے کو اپنے ہاتھ سے کھودے خواہ نگاہ رکھ۔

حدیث نمبر ۵

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ثلثة لایدخلون الجنة العاق لوالدیه والدیوث والرجلة من النساء. رواہ النسائی والبزار باسناد جید والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما۔

تین اشخاص جنت میں نہ جائیں گے: ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا اور دیّوث اور وہ عورت کہ مردانی کرنے والا اور دیّوث اور وہ عورت کہ مردانی وضع بنائے۔

حدیث نمبر ٦

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ثلثة لایقبل اللہ عزوجل منهم صرفا ولا عدلا عاق ومنان ومکذب بقدر۔ رواہ ابن ابی عاصم فی السنة بسند حسن عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

تین شخصوں کا کوئی فرض و نفل اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا: عاق اور صدقہ دے کر احسان جتانے والا اور ہر نیکی و بدی کو تقدیر الٰہی سے نہ ماننے والا۔

حدیث نمبر ۷

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

کل الذنوب یؤخرمنھا ماشاء الی یوم القیٰمة الاعقوق الوالدین فان اللہ یعجلہ لصاحبہ فی الحیاۃ قبل الممات رواہ الحاکم والاصبھانی والطبرانی عن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

سب گناہوں کی سزا اللہ تعالیٰ چاہے تو قیامت کے لیے اٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی کہ اس کی سزا جیتے جی پہنچاتا ہے۔

حدیث نمبر ۸

ایک جوان نزع میں تھا، اسے کلمہ تلقین کرتے تھے، نہ کہا جاتا تھا، یہاں تک کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لے گئے اور فرمایا:

کہہ لاالٰہ الااللہ۔

عرض کی: نہیں کہا جاتا،

معلوم ہوا کہ ماں ناراض ہے، اسے راضی کیا تو کلمہ زبان سے نکلا۔

رواہ الامام احمد والطبرانی عن عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۲۴، ص:۳۸۳-۳۸۶)

سوتیلی ماں کا احترام وادب واجب

ایک استفتا سوتیلی ماں کے تعلق سے آیا کہ اگر کوئی فرزند اپنی سوتیلی ماں پر طرح

طرح کی تہمتیں لگائے، تو اس کا کیا حکم ہے، نیز یہ کہ سوتیلی ماں کا اپنے علاتی فرزن پر کوئی حق ہے بھی یا نہیں؟

اس کے جواب میں پہلے تو آپ یہ بیان فرماتے ہیں کہ تہمت تو کسی مسلمان پر بھی نہیں لگا سکتے، اگر تہمتِ زنا ہو تو تہمت لگانے والے پر ۸۰ر کوڑے لگتے ہیں، پھر صحیح مسلم اور سننِ ابوداؤد سے دو ایسی احادیث نقل فرماتے ہیں جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ والد کے دوست کے ساتھ ہمیں کس طرح کا برتاو کرنا چاہیے:

حدیث نمبر ۱

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ان ابرالبر صلة الرجل اهل ودابيه۔ رواه مسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما۔

بے شک سب نکوکاریوں سے بڑھ کر نکوکاری یہ ہے کہ فرزند اپنے باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک کرے۔

حدیث نمبر ۲

رسول اللہ ﷺ نے ماں باپ کے ساتھ نکوکاری کے طریقوں میں یہ بھی شمار فرمایا:

واكرم صديقهما۔ ابوداؤد و ابن ماجة و ابن حبان فی صحاحهم عن مالک بن ربيعة الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

ان کے دوست کی عزت کرنا۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

"باپ کے دوستوں کی نسبت یہ احکام تو اس کی منکوحہ اس کی ناموس کی تعظیم وتکریم کیوں نہ احق وآکد ہوگی خصوصًا جبکہ اس کی ناراضی میں باپ کی ناراضی اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج:۲۴، ص:۳۸۶-۳۸۷، ملخصًا)

والدین کی ناقدری رب کے قہر کو بھڑکاتا ہے

ایک ایسے لڑکے کے بارے میں سوال ہوا جو حقوقِ پدری کا بالکل خیال نہیں رکھتا، اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا:

"اولاد کو حقوق پدری کا خیال نہ کرنا اس کے ساتھ تمردو مخالفت سے پیش آنا اپنے لیے عذاب شدید ناروغضب رب قہار کا واجب کرتا ہے، اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں فرض کیا کہ والدین کے ساتھ احسان کرو، انھیں ہوں نہ کہو، ان سے اعزاز واکرام کا کلام کرو، ان کے لیے خاص محبت سے تذلل کا بازو بچھاؤ، ان کے لیے دعا کرو کہ الٰہی !ان پر رحم فرما جیسا انھوں نے مجھے چھٹپن میں پالا۔"

اس کے بعد آپ نے عقوقِ والدین کے سلسلے میں آئیں وعیدوں پر مشتمل ۹؍ احادیث کریمہ نقل فرمائیں:

حدیث نمبرا

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ثلثة لایدخلون الجنة العاق لوالدیه والدیوث والرجلة من النساء رواہ النسائی والبزار باسنادین نظیفین والحاکم فی صحیحه المستدرک عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنهما۔

تین شخص ہیں کہ جنت میں نہ جائیں گے، ماں باپ کو ستانے والا اور دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت۔

حدیث نمبر ۲

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ثلثة لایقبل اللہ عزوجل منهم صرفا و لاعدلا عاق ومنان ومکذب بقدر۔ رواہ ابن ابی عاصم فی کتاب السنة باسناد حسن عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان کے نفل قبول کرے نہ فرض: ماں باپ کو ایذا دینے والا اور صدقہ دے کر فقیر پر احسان رکھنے والا اور تقدیر کا جھٹلانے والا۔

حدیث نمبر ۳

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ملعون من عق والدیه ملعون من عق والدیه ملعون من عق والدیه۔ رواہ الطبرانی والحاکم عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے۔ ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کو ستائے۔

حدیث نمبر ۴

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

رضاالله فی رضاالوالد وسخط الله فی سخط الوالد۔رواه الترمذی و الحاکم بسند صحیح عن عبدالله بن عمرو والبزار عن عبدالله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما۔

اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ ناراضی والد کی ناراضی میں۔

حدیث نمبر ۵

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

کل الذنوب یوخر الله تعالیٰ منها ماشاء الیٰ یوم القیمة الاعقوق الوالدین فان الله یعجله لصاحبه فی الحیات قبل الممات۔ رواه الحاکم والا صبها نی والطبرانی فی الکبیر عن ابی بکرة رضی الله تعالیٰ عنه۔

سب گناہوں کی سزا اللہ تعالیٰ چاہے تو قیامت کے لیے اٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کو ستانا کہ اس کی سزا مرنے سے پہلے زندگی میں پہنچاتا ہے۔

حدیث نمبر ٦

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں:

لاتعقن والدیک وان امراک ان یخرج من اھلک ومالک۔

رواہ الامام احمد بسند صحیح علی اصولنا والطبرانی فی الکبیر۔

خبر دار ماں باپ کی نافرمانی نہ کر اگرچہ وہ تجھے حکم دیں کہ اپنے جورو بچوں مال و متاع سب سے نکل جا۔

حدیث نمبر ۷

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اطع والدیک وان اخرجاک من مالک ومن کل شیئ ھو لک۔

رواہ الطبرانی فی الاوسط بسند صالح کلاھما عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اپنے ماں باپ کا حکم مان اگرچہ وہ تجھے تیرے مال اور تیری سب چیزوں سے تجھے باہر کردیں۔

حدیث نمبر ۸

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

انت ومالک لابیک۔ (تو اور تیرا مال، سب تیرے باپ کا)

یہ اس وقت ارشاد ہوا کہ ایک صاحب حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! مال و عیال رکھتا ہوں اور میرے ماں باپ میرا سب مال لینا چاہتے ہیں یعنی پھر میں اور میرے بال بچے کیا کھائیں گے، فرمایا:

”تو اور تیرا مال، سب تیرے باپ کا ہے، تجھے اس سے انکار نہیں پہنچتا۔“

رواہ ابن ماجۃ بسند صحیح عن جابر والطبرانی فی الکبیر عن سمرۃ بن جندب وعبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

آخری حدیث کیا دل لگتی ہے، ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر۹

"ایک شخص حاضر خدمت ہوکر عرض رساں ہوئے:

"ان ابیہ یرید ان یاخذ مالہ۔" یا رسول اللہ! میرے ماں باپ میرا مال لے لینا چاہتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ادعہ لی۔" انھیں ہمارے حضور میں حاضر لاؤ۔

جب حاضر ہوئے ان سے ارشاد ہوا:

"تمھارا بیٹا کیا کہتا ہے تم اس کا مال لینا چاہتے ہو؟

عرض کی:

"حضور اس سے پوچھ دیکھیں کہ میں وہ مال لے کر کیا کرتا ہوں، یہی اس کی مہمانی اور اس کی قرابتی میں، یا میرا اور میرے بال بچوں کا خرچ۔"

اتنے میں جبریل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس مرد پیر نے اپنے دل میں کچھ اشعار تصنیف کیے ہیں، جو ابھی خود اس کے کان نے نہیں سنے یعنی ہنوز زبان تک نہ لایا۔"

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم نے اپنے دل میں کچھ اشعار تصنیف کیے ہیں جو ابھی تمھارے کان نے بھی نہ سنے وہ سناؤ۔"

ان صاحب نے عرض کی:

" اللہ ہمیشہ حضور کے معجزات سے ہمارے دل کی نگاہ ہمارا یقین بڑھاتا ہے۔"

پھر یہ اشعار عرض کرنے لگے :

غذوتک مولودا و منتک یافعا — تعل بما اجنی علیک وتنهل

اذالیلة ضاقتک بالسقم لم ابت — لسقمک الاساهر اتململ

تخاف الردی نفسی علیک وانها — لتعلم ان الموت حتم موکل

کانی انا المطروق دونک بالذی — طرقت به دونی فعینی تهمل

فلما بلغت السن والغایة التی — الیک مدی ما کنت فیک اومل

جعلت جزائی غلظة وفظاظة — کانک انت المنعم المتفضل

فلیتک اذلم ترع حق ابوتی — فعلت کما الجار المجاور یفعل

واولیتنی حق الجوار ولم تکن — علی بمالی دون مالک تبخل

"میں نے تجھے غذا پہنچائی جب سے تو پیدا ہوا اور تیرا بار اٹھایا جب سے تو ننھا ہوا میری کمائی سے تو بار بار مکرر سیراب کیا جاتا۔"

"جب کوئی رات بیماری کا غم لے کر تجھ پر اترتی میں تیری ناسازی کے باعث جاگ کرلوٹ کر صبح کرتا۔"

"میرا جی تیرے مرنے سے ڈرتا، حالاں کہ اسے خوب معلوم تھا کہ موت یقینی ہے اور سب پر مسلط کی گئی ہے۔"

"میری آنکھیں یوں بہتیں کہ گویا وہ مرض جو شب کو تجھے ہوا تھا نہ مجھے، مجھے ہوا تھا نہ تجھے۔"

"میں نے تجھے یوں پالا اور جب تو پروان چڑھا اور اس حد کو پہنچا جس میں مجھے امید لگی ہوئی تھی کہ اس عمر کا ہوکر تو میرے کام آئے گا۔"

" تو تونے میرا بدلہ سختی ودرشت خوئی کیاگویا تیرا ہی مجھ پر فضل واحسان ہے۔"

" اے کاش جب تونے حق پدری کا لحاظ نہ کیا تھا تو ایسا ہی کرتا جیسا پاس کا ہمسایہ کرتا ہے۔"

" ہمسایہ میں کا حق تومجھے دیا ہوتا اور مجھ پر اس مال سے کہ اصل میں تیرا نہیں میرا ہی تھا بخل نہ کرتا۔"

ان اشعار کو استماع فرماکر حضور پر نور رحمت عالم ﷺ نے گریہ کیا اور بیٹے کا گریبان پکڑ کر ارشاد فرمایا:

اذهب انت ومالک لابیک۔

"جا! تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے۔"

رواہ الطبرانی فی المعجم الصغیر والبیھقی فی دلائل النبوۃ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

(فتاویٰ رضویہ، غیر مترجم، ج:۷، ص:۳۹۳ – ۳۹۵، ملخصًا)

بعدِ انتقال ۱۲؍ حقوق والدین

ایک استفتا میں یہ سوال ہوتا ہے کہ والدین کے انتقال فرمانے کے بعد والدین کے کون کون سے حقوق اولاد پر رہتے ہیں، اس کے جواب میں آپ مندرجہ ذیل ۱۲؍ احکام شمار فرماتے ہیں:

(۱) سب سے پہلا حق بعد موت ان کے جنازے کی تجہیز، غسل وکفن ونماز ودفن ہے اور ان کاموں میں سنن ومستحبات کی رعایت جس سے ان کے لیے ہر خوبی وبرکت ورحمت ووسعت کی امید ہو۔

(۲) ان کے لیے دعاواستغفار ہمیشہ کرتے رہنا اس سے کبھی غفلت نہ کرنا۔

(۳) صدقہ وخیرات واعمال صالحہ کاثواب انھیں پہنچاتے رہنا، حسب طاقت اس میں کمی نہ کرنا، اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھنا، اپنے روزوں کے ساتھ ان کے واسطے بھی روزے رکھنابلکہ جونیک کام کرے سب کاثواب انھیں اور سب مسلمانوں کوبخش دیناکہ ان سب کو ثواب پہنچ جائے گا اور اس کے ثواب میں کمی نہ ہوگی بلکہ بہت ترقیاں پائے گا۔

(۴) ان پر کوئی قرض کسی کا ہو تو اس کے ادا میں حد درجہ کی جلدی وکوشش کرنا اور اپنے مال سے ان کا قرض ادا ہونے کو دونوں جہاں کی سعادت سمجھنا، آپ قدرت نہ ہو تو اور عزیزوں قریبوں پھر باقی اہل خیر سے اس کی ادامیں امداد لینا۔

(۵) ان پر کوئی فرض رہ گیا تو بقدر قدرت اس کے ادامیں سعی بجالانا، حج نہ کیا ہو تو ان کی طرف سے حج کرنا یا حج بدل کرانا، زکوٰۃ یا عشر کا مطالبہ ان پر رہا تو اسے ادا کرنا، نماز یا روزہ باقی ہو تو اس کا کفارہ دینا وعلیٰ ہذا القیاس ہر طرح ان کی برأت ذمہ میں جدوجہد کرنا۔

(۶) انھوں نے جو وصیت جائزہ شرعیہ کی ہو حتی الامکان اس کے نفاذ میں سعی کرنا اگرچہ شرعًا اپنے اوپر لازم نہ ہو اگرچہ اپنے نفس پر بار ہو مثلاً وہ نصف جائداد کی وصیت اپنے کسی عزیز غیر وارث یا اجنبی محض کے لیے کر گئے تو شرعًا تہائی مال سے زیادہ میں بے اجازت وارثان نافذ نہیں مگر اولاد کو مناسب ہے کہ ان کی وصیت مانیں اور ان کی خوشخبری پوری کرنے کو اپنی خواہش پر مقدم جانیں۔

(۷) ان کی قسم بعد مرگ بھی سچی ہی رکھنا مثلاً ماں باپ نے قسم کھائی تھی کہ میرا بیٹا فلاں جگہ نہ جائے گا یا فلاں سے نہ ملے گا یا فلاں کام کرے گا تو ان کے بعد یہ خیال نہ کرنا کہ اب وہ تو نہیں ان کی قسم کا خیال نہیں بلکہ اس کا ویسے ہی پابند رہنا جیسا ان کی حیات میں رہتا جب تک کوئی حرج شرعی مانع نہ

ہو اور کچھ قسم ہی پر موقوف نہیں ہر طرح امور جائزہ میں بعد مرگ بھی ان کی مرضی کا پابند رہنا۔

(۸) ہر جمعہ کو ان کی زیارت قبر کے لیے جانا، وہاں یٰس شریف پڑھنا ایسی آواز سے کہ وہ سنیں اور اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچانا، راہ میں جب کبھی ان کی قبر آئے بے سلام وفاتحہ نہ گزرنا۔

(۹) ان کے رشتہ داروں کے ساتھ عمر بھر نیک سلوک کیے جانا۔

(۱۰) ان کے دوستوں سے دوستی نباہنا ہمیشہ ان کا اعزاز واکرام رکھنا۔

(۱۱) کبھی کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر جواب میں انھیں برا نہ کہلوانا۔

(۱۲) سب میں سخت تر وعام تر ومدام تر یہ حق ہے کہ کبھی کوئی گناہ کرکے انھیں قبر میں ایذا نہ پہنچانا، اس کے سب اعمال کی خبر ماں باپ کو پہنچتی ہے، نیکیاں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور ان کا چہرہ فرحت سے چمکتا اور دمکتا ہے، اور گناہ دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور ان کے قلب پر صدمہ ہوتا ہے، ماں باپ کا یہ حق نہیں کہ انھیں قبر میں بھی رنج پہنچائے۔

پھر ان ۲۱/ احادیث کریمہ مذکورہ حقوق پر بطور استدلال پیش فرماتے ہیں:

حدیث نمبر ۱

ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت اقدس حضور پر نور سید عالم ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ ! ماں باپ کے انتقال کے بعد کوئی طریقہ ان کے ساتھ نکوئی کا باقی ہے جسے میں بجالاؤں۔ فرمایا:

نعم اربعة الصلاة علیهما والاستغفار لهما وانفاذ عهدهما من بعدهما واکرام صدیقهما وصلة الرحم التی لارحم لک الا من قبلهما فهذا الذی بقی من برهما بعد موتهما۔ رواه ابن النجار عن ابی اسید الساعدی رضی الله تعالیٰ عنه مع القصة، ورواه البیهقی فی سننه عنه رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لایبقی للولد من برالوالد الا اربع الصلوٰة علیه والدعاء له وانفاذ عهده من بعده وصلة رحمه واکرام صدیقه۔

ہاں چار باتیں ہیں: ان پر نماز، اوران کے لیے دعاے مغفرت، اور ان کی وصیت نافذ کرنا، اور ان کے دوستوں کی بزرگ داشت، اور جو رشتہ صرف انھیں کی جانب سے ہو نیک برتاؤ سے اس کا قائم رکھنا، یہ وہ نکوئی ہے کہ ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ کرنی باقی ہے۔

بیہقی نے اپنی سنن میں انھی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، کہا: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

والد کے ساتھ نیکی کی چار باتیں ہیں: اس پر نماز پڑھنا اور اس کے لیے دعا مغفرت کرنا، اس کی وصیت نافذ کرنا، اس کے رشتہ داروں سے نیک برتاؤ کرنا، اس کے دوستوں کا احترام کرنا۔

حدیث نمبر ۲

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

استغفار الولد لابیه من بعد الموت من البر۔ رواه ابن النجار عن ابی اسید بن مالک بن زرارة رضی الله تعالیٰ عنه۔

ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک سے یہ بات ہے کہ اولاد ان کے بعد ان کے لیے دعاے مغفرت کرے۔

حدیث نمبر ۳

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اذا ترک العبد الدعاء للوالدین فانه ینقطع عنه الرزق ۔ رواه الطبرانی فی التاریخ والدیلمی عن انس بن مالک رضی الله تعالیٰ عنه۔

آدمی جب ماں باپ کے لیے دعا چھوڑ دیتا ہے اس کا رزق قطع ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۴-۵

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اذا تصدق احدکم بصدقة تطوعا فلیجعلها عن ابویه فیکون لهما اجرها ولاینقص من اجره شیئا۔ رواه الطبرانی فی الاوسط وابن عساکر عن عبدالله بن عمر ورضی الله تعالیٰ عنهما ونحوه الدیلمی فی مسند الفردوس عن معٰویة ابن حیدة القشیری رضی الله تعالیٰ عنه۔

جب تم سے کوئی شخص کچھ نفل خیرات کرے تو چاہیے کہ اسے اپنے ماں باپ کی طرف سے کرے کہ اس کا ثواب انھیں ملے گا اور اس کے ثواب میں سے کچھ نہ گھٹے گا۔

حدیث نمبر ٦

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ! میں اپنے ماں باپ کے ساتھ زندگی میں نیک سلوک کرتا تھا اب وہ مرگئے ان کے ساتھ نیک سلوک کی کیا راہ ہے؟ فرمایا:

ان من البر بعد الموت ان تصلی لهما مع صلٰوتک وتصوم لهما مع صیامک۔ رواه الدار قطنی۔

بعد مرگ نیک سلوک سے یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لیے بھی نماز پڑھے اور اپنے روزوں کے ساتھ ان کے لیے روزے رکھے۔

حدیث نمبر ٧

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من حجّ عن والدیه اوقضی عنهما مغرما بعثه الله یوم القیٰمة مع الابرار۔ رواه الطبرانی فی الاوسط والدار قطنی فی السنن عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما۔

جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے یا ان کا قرض ادا کرے روز قیامت نیکوں کے ساتھ اُٹھے۔

حدیث نمبر ٨

امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اسی ہزار قرض تھے وقت وفات اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر فاروق اعظم -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- کو بلا کر فرمایا:

بع فیہا اموال عمر فان وفت والا فسل بنی عدی فان وفت والا فسل قریشا ولاتعدھم۔

میرے دین (قرض) میں اول تو میرا مال بیچنا اگر کافی ہو جائے فبہا ورنہ میری قوم بنی عدی سے مانگ کر پورا کرنا اگر یوں بھی پورا نہ ہو تو قریش سے مانگنا اور ان کے سوا اوروں سے سوال نہ کرنا۔ پھر صاحبزادہ موصوف سے فرمایا: اضمنھا تم میرے قرض کی ضمانت کرلو، وہ ضامن ہو گئے اور امیر المؤمنین کے دفن سے پہلے اکابر مہاجرین وانصار و گواہ کرلیا کہ وہ اسی ہزار مجھ پر ہیں، ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ سارا قرض ادا فرمادیا۔

رواہ ابن سعد فی الطبقات عن عثمان بن عروۃ۔

حدیث نمبر۹

قبیلۂ جہینہ سے ایک بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خدمت اقدس حضور سید عالم ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! میری ماں نے حج کرنے کی منت مانی تھی وہ ادا نہ کر سکیں اور ان کا انتقال ہو گیا کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں، فرمایا:

حجی عنہا ارأیت لوکان علی امک دین اکنت قاضیتہ اقضوا اللہ فاللہ احق بالوفاء۔ رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

ہاں اس کی طرف سے حج کر، بھلا تو دیکھ تو تیری ماں پر اگر دَین ہوتا تو تو ادا کرتی یا نہیں ؟ یونہی خدا کا دَین ادا کرو کہ وہ زیادہ حق ادا رکھتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۰

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اذا حج الرجل عن والدیه تقبل منه ومنهما واستبشرت ارواحهما فی السماء وکتب عند الله برا۔ رواه الدارقطنی عن زید بن ارقم رضی الله تعالیٰ عنه۔

انسان جب اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے وہ حج اس کی اور اس کے والدین کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے اور ان کی روحیں آسمان میں اس سے شاد ہوتی ہیں، اور یہ شخص اللہ عزوجل کے نزدیک ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جاتا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں :

من حج عن ابیه وامه فقد قضی عنه حجته فکان له فضل عشر حجج۔ رواه الدارقطنی عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالیٰ عنهما۔

جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے ان کی طرف سے حج ادا ہو جائے اور اسے دس حج کا ثواب زیادہ ملے۔

حدیث نمبر ۱۲

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من حج عن والدیه بعد وفاتهما کتب له عتقا من النار وکان للمحجوج عنهما اجر حجة تامة من غیران ینقص من اجورهما شیئا۔ رواه الاصبهانی فی الترغیب والبیهقی فی الشعب عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما۔

جو اپنے والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے حج کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ سے آزادی لکھے اور ان دونوں کے واسطے پورے حج کا ثواب ہو جس میں اصلاً کمی نہ ہو۔

حدیث نمبر ۱۳

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من بر قسمهما وقضی دینهما ولم یستسب لهما کتب بارا وان کان عاقا فی حیاته ومن لم یبر قسمهما ولم یقض دینهما واستسب لهما کتب عاقا وان کان بارا فی حیاتهما۔ رواه الطبرانی فی الاوسط عن عبدالرحمٰن بن سمرة رضی الله تعالیٰ عنه۔

جو شخص اپنے ماں باپ کے بعد ان کی قسم سچی کرے اور ان کا قرض ادا کرے اور کسی کے ماں باپ کو برا کہہ کر انھیں برا نہ کہلوائے وہ والدین کے ساتھ نکوکار لکھا جاتا ہے اگرچہ ان کی زندگی میں نافرمان تھا اور جو ان کی قسم پوری نہ کرے اور ان کا قرض نہ اتارے اوروں کے والدین کو برا کہہ کر انھیں برا کہلوائے وہ عاق لکھا جائے اگرچہ ان کی حیات میں نکوکار تھا۔

حدیث نمبر ۱۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من زار قبر والدیه اواحدهما فی کل یوم جمعة مرة غفر الله له وکتب برا۔

رواه الامام الترمذی العارف بالله الحکیم فی نوادر الاصول عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنهما۔

جو اپنے ماں باپ دونوں یا ایک کی قبر پر ہر جمعہ کے دن زیارت کو حاضر ہو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا لکھا جائے۔

حدیث نمبر ۱۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من زار قبر ابویه اواحدهما یوم الجمعة فقرأ عنده یٰس غفر له۔ رواه ابن عدی عن الصدیق الاکبر رضی الله تعالیٰ عنه۔

وفی لفظ من زار قبر والدیه اواحدهما فی کل جمعة فقرأ عنده یٰس غفر الله له بعدد کل حرف منها۔ رواه هو دالخلیلی وابو شیخ والدیلمی وابن النجار والرافعی وغیرهم عن ام المؤمنین الصدیقة عن ابیها الصدیق الاکبر رضی الله تعالیٰ عنهما عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

جو شخص روز جمعہ اپنے والدین یا ایک کی زیارت قبر کرے اور اس کے پاس یٰسٓ پڑھے بخش دیا جائے۔

جو ہر جمعہ والدین یا ایک کی زیارت قبر کرکے وہاں یٰس پڑھے یٰس شریف میں جتنے حرف ہیں ان سب کی گنتی کے برابر اللہ تعالیٰ اس کے لیے مغفرت فرمائے۔

حدیث نمبر ۱۶

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من زار قبر ابویه او احدهما احتسابا کان کعدل حجة مبرورة و من کان زوارا لهما زارت الملئکة قبره۔ رواه الامام الترمذی الحکیم وابن عدی عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما۔

جو بہ نیت ثواب اپنے والدین دونوں یا ایک کی زیارت قبر کرے حج مقبول کے برابر ثواب پائے، اور جو بکثرت ان کی زیارت قبر کیا کرتا ہو فرشتے اس کی قبر کی زیارت کو آئیں۔

حدیث نمبر ۱۷

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من احب ان یصل اباه فی قبره فلیصل اخوان ابیه من بعده۔ رواه ابو یعلیٰ وابن حبان عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما۔

جو چاہے کہ باپ کی قبر میں اس کے ساتھ حسن سلوک کرے وہ باپ کے بعد اس کے عزیزوں دوستوں سے نیک برتاؤ رکھے۔

حدیث نمبر ۱۸

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

من البر ان تصل صدیق ابیک، رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

باپ کے ساتھ نیکوکاری سے ہے یہ کہ تو اس کے دوست سے اچھا برتاؤ کرے۔

حدیث نمبر ۱۹

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ان البر ان یصل الرجل اھل ود ابیہ بعد ان یولی الاب۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری فی الادب المفرد و مسلم فی صحیحہ وابوداؤد والترمذی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

بے شک باپ کے ساتھ سب نکوکاریوں سے بڑھ کر یہ نکوکاری ہے کہ آدمی باپ کے بعد اس کے دوستوں سے اچھی روش پر نباہے۔

حدیث نمبر ۲۰

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

احفظ ودّ ابیک لاتقطعہ فیطفئ اللہ نورک۔ رواہ البخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی الاوسط اھ والبیہقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اپنے ماں باپ کی دوستی پر نگاہ رکھ اسے قطع نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ نور تیرا بجھادے گا۔

حدیث نمبر۲۱

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

تعرض الاعمال یوم الاثنین والخمیس علی اللہ تعالیٰ وتعرض علی الانبیاء وعلی الاباء والامهات یوم الجمعة فیفرحون بحسناتهم ویزدادون وجوههم بیضاء ونزهة فاتقوا اللہ ولا توذوا موتاکم۔ رواه الامام الحکیم عن والد عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

دوشنبہ و پنج شنبہ کو اللہ عزوجل کے حضور اعمال پیش ہوتے ہیں اور انبیاے کرام علیہم الصلاۃ والتسلیم اور ماں باپ کے سامنے ہر جمعہ کو، وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی صفائی و تابش بڑھ جاتی ہے، تو اللہ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اپنے گناہوں سے رنج نہ پہنچاؤ۔

والدین کا حق کبھی ادا نہیں کر سکتا

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

"بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے کبھی عہدہ برآ ہو، وہ اس کے حیات و وجود کے سبب ہیں تو جو کچھ نعمتیں دینی و دنیوی پائے گا سب انھی کے طفیل میں ہوئیں کہ ہر نعمت و کمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے تو صرف ماں باپ ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے بری الذمہ کبھی نہیں ہوسکتا، نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں ان کی کوششیں، اس کے

آرام کے لیے ان کی تکلیفیں خصوصًا پیٹ میں رکھنے، پیدا ہونے میں، دودھ پلانے میں ماں کی اذیتیں، ان کا شکر کہاں تک ادا ہو سکتاہے، خلاصہ یہ کہ وہ اس کے لیے اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سائے اور ان کی ربوبیت ورحمت کے مظہرہیں، ولہٰذا قرآن عظیم میں اللہ جل جلالہ، نے اپنے حق کے ساتھ ان کا ذکرفرمایا کہ ان اشکرلی ولوالدیك حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔"

اخیر میں یہ حدیث نقل فرماکر فتوے کا اختتام فرماتے ہیں:

شاید کہ ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے

حدیث نمبر ۲۲

"حدیث شریف میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہوکر عرض کی : یارسول اللہ! ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر کہ اگرگوشت ان پرڈالا جاتاکباب ہوجاتا میں ٦رمیل تک اپنی ماں کو گردن پرسوار کرکے لے گیاہوں کیا میں اب اس کے حق سے بری ہوگیا؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

لعله ان یکون بطلقة واحدة۔ رواه الطبرانی فی الاوسط عن بریدة رضی الله تعالیٰ عنه۔

تیرے پیداہونے میں جس قدر دردوں کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید ان میں سے ایک جھٹکے کابدلہ ہوسکے۔

اللہ عزوجل عقوق سے بچائے اور ادائے حقوق کی توفیق عطافرمائے۔

اٰمین اٰمین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ سیّدنا ومولانا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین والحمدللّٰہ ربّ العٰلمین۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۲۴، ص:۳۹۲ – ۴۰۲، ملخصًا)

والدین کوستانے والاافسق الفاسقین، رب کے غضب شدید کامستحق

ماں باپ کوستانے والے بیٹے کے بارے میں سوال ہوتا ہے، تواس کے جواب میں لکھتے ہیں:

"ایساشخص افسق الفاسقین واخبث مہین ومستحق غضب شدید رب العالمین وعذاب عظیم ونارجحیم ہے۔"

اس جواب میں آپ نے ۷؍ احادیث کریمہ ایسی نقل فرمائی ہیں جن میں عقوق والدین پر سخت وعیدوں کاذکر ہے:

حدیث نمبر ۱

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

الاانبئکم باکبر الکبائر، الا انبئکم باکبر الکبائر، الا انبئکم باکبر الکبائر۔

میں تمھیں نہ بتاؤں کہ سب کبیرہ گناہوں سے سخت ترگناہ کیاہے، کیانہ بتادوں کہ سب کبائر سے بدتر کیاہے، کیانہ بتادوں کہ سب کبیروں سے شدید تر کیاہے۔

صحابہ نے عرض کی: ''ارشاد ہو۔''

فرمایا:

الإشراک باللہ عقوق الوالدین، الحدیث۔ رواہ الشیخان والترمذی عن ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا اور ماں باپ کو ستانا، الحدیث۔

حدیث نمبر ۲

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایدخلون الجنۃ العاق لوالدیہ والدیوث والرجلۃ من النساء۔ رواہ النسائی والبزار بسندین جیدین والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

تین شخص جنت میں نہ جائیں گے: ماں باپ کو ستانے والا اور دیّوث اور مردوں کی وضع بنانے والی عورت۔

حدیث نمبر ۳

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایقبل اللہ عزوجل منہم صرفا ولا عدلا عاق ومنان ومکذب بقدر۔ رواہ ابن ابی عاصم فی السنۃ بسند حسن عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تین شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان کے فرض قبول کرے نہ نفل: ماں باپ کوایذا دینے والا اور صدقہ دے کر فقیر احسان رکھنے والا اور تقدیر کا جھٹلانے والا۔

حدیث نمبر ۴

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ملعون من عق والدیه ملعون من عق والدیه ملعون من عق والدیه۔ رواہ الطبرانی والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنه۔

ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے جو اپنے والدین کو ستائے۔

حدیث نمبر ۵

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لعن اللہ من سبّ والدیه ۔ رواہ ابن حبان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنه ۔

اللہ کی لعنت اس پر جو اپنے ماں باپ کو گالی دے۔

صحابیِ رسول کے منہ کلمہ ادا نہ ہوتا تھا حتیٰ کہ

حدیث نمبر ٦

ایک جوان کو نزع کے وقت کلمہ تلقین کیا، نہ کہہ سکا، نبی ﷺ کو خبر ہوئی تشریف لے گئے، فرمایا:

کہہ لاالہ الااللہ۔

کہا: مجھ سے نہیں کہاجاتا۔

فرمایا: کیوں؟

کہا : وہ شخص اپنی ماں کو ستاتا تھا،

رحمت عالم ﷺ نے اس کی ماں کو بلاکر فرمایا : یہ تیرا بیٹا ہے؟

عرض کی : ہاں۔

فرمایا:

ارأیت لو اججت نار ضخمۃ فقیل لک ان شفعت لہ خلیناہ والا حرقناہ اکنت تشفعین لہ۔

بھلا سن تو اگر ایک عظیم الشان آگ بھڑکائی جائے اور کوئی تجھ سے کہے کہ تو اس کی شفاعت کرے جب تو ہم اسے چھوڑتے ہیں ورنہ جلادیں گے، کیا اس وقت تو اس کی شفاعت کرے گی۔

عرض کی :

"یارسول اللہ! جب توشفاعت کروں گی۔"

فرمایا :

"تو اللہ کو اور مجھے گواہ کرلے کہ تو اس سے راضی ہوگئی۔"

اس نے عرض کی :

”الٰہی ! میں تجھے اور تیرے رسول کوگواہ کرتی ہیں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہوئی“

اب سیّد عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے جوان سے فرمایا :

” اے لڑکے! کہہ لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک له واشهد ان محمداً عبده، ورسوله۔“

جوان نے کلمہ پڑھا اور انتقال کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :

الحمدلله الذی انقذه بی من النار۔ رواه الطبرانی عن عبدالله بن ابی اوفیٰ رضی الله تعالیٰ عنهما۔

شکر اس خدا کاجس نے میرے وسیلے سے اس کو دوزخ سے بچالیا۔

ہرروز تین مرتبہ قبر سے گدھے کی آواز آتی

حدیث نمبر ۷

عوّام بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ کو اجلۂ ائمۂ تبع تابعین سے ہیں، ۱۴۸ھ میں انتقال کیا، فرماتے ہیں:

” میں ایک محلے میں گیا، اس کے کنارے پرقبرستان تھا، عصر کے وقت ایک قبرشق ہوئی اور اس میں سے ایک آدمی نکلا جس کاسرگدھے اورباقی بدن انسان کا، اس نے تین آوازیں گدھے کی طرح کیں پھرقبربند ہوگئی، ایک بڑھیا بیٹھی کات رہی تھی ایک عورت نے مجھ سے کہا ان بڑی بی کو دیکھتے ہو؟ میں نے کہا:

اس کا کیا معاملہ ہے؟ کہا: یہ قبر والے کی ماں ہے وہ شراب پیتا تھا جب شام کو آتا ماں نصیحت کرتی کہ اے بیٹے! خدا سے ڈر کب تک اس ناپاک کو پیئے گا؟ یہ جواب دیتا کہ تو تو گدھے کی طرح چلاتی ہے، یہ شخص عصر کے بعد مرا جب سے ہر روز بعد عصر اس کی قبر شق ہوتی ہے اور یوں تین آوازیں گدھے کی کرکے پھر بند ہو جاتی ہے رواہ الاصبہانی وغیرہ۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۲۴، ص:۴۰۲ – ۴۰۶، ملخصًا)

والدین میں سے زیادہ حق کس کا ہے

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ اولاد پر زیادہ حق باپ کا ہے یا ماں کا؟

اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

"اولاد پر ماں باپ کا حق نہایت عظیم ہے او رماں کا حق اس سے اعظم۔"

اس کے بعد قرءان کی یہ آیت:

وَوَصَّيْنَا ٱلْإِنسَٰنَ بِوَٰلِدَيْهِ إِحْسَٰنًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُۥ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُۥ وَفِصَٰلُهُۥ ثَلَٰثُونَ شَهْرًا ۔ (سورۃ الکھف:۱۵)

اور ہم نے آدمی کو حکم کیا اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے، اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنا اس کو تکلیف سے، اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے میں ہے۔

پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''اس آیہ کریمہ میں رب العزت نے ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرماکر، ماں کو پھر خاص الگ کر کے گنا اور اس کی ان سختیوں اور تکلیفوں کو جو اسے حمل وولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں پیش آئیں، جن کے باعث اس کا حق بہت اشد واعظم ہوگیا، شمار فرمایا۔''

پھر یہ آیت نقل فرمائی:

''وَوَصَّيْنَا ٱلْإِنسَٰنَ بِوَٰلِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُۥ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفِصَٰلُهُۥ فِى عَامَيْنِ أَنِ ٱشْكُرْ لِى وَلِوَٰلِدَيْكَ إِلَىَّ ٱلْمَصِيرُ۔ (سورۃ لقمان: ۱۴)

اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا آخر مجھی تک آنا ہے۔''

اس کے بعد فرماتے ہیں:

''یہاں ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت رکھی کہ انھیں اپنے حق جلیل کے ساتھ شمار کیا، فرماتا ہے: شکر بجالا میرا اور اپنے ماں باپ کا، اللہ اکبر اللہ اکبر، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم، یہ دونوں آیتیں اور اسی طرح بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زائد ہے''

پھر احادیث کریمہ سے استدلال پیش فرماتے ہیں:

حدیث نمبر ۱

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں:

سألت رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم ای الناس اعظم حقا علی المرأة قال زوجها قلت فای الناس اعظم حقا علی الرجل قال امه۔ رواه البزار بسند حسن والحاکم۔

میں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کی عورت پر سب سے بڑا حق کس کا ہے، فرمایا شوہر کا، میں نے عرض کی اور مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے، فرمایا اس کی ماں کا۔

حدیث نمبر ۲

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

جاء رجل الیٰ رسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم فقال یارسول الله صلى الله تعالیٰ علیه وسلم من احق الناس بحسن صحابتی قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال امک قال ثم من قال ابوک۔ رواه الشیخان فی صحیحهما۔

ایک شخص نے خدمت اقدس حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ سب سے زیادہ کون اس کا مستحق ہے کہ میں اس کے ساتھ نیک رفاقت کروں، فرمایا تیری ماں، عرض کی پھر، فرمایا تیرا باپ۔

حدیث نمبر ۳

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

اوصی الرجل بامه اوصی الرجل بامه اوصی الرجل بامه اوصی الرجل بابیه۔ رواه الامام احمدوابن ماجة والحاکم والبیهقی فی السنن عن ابی سلامة۔

میں ایک آدمی کو وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں، وصیت کرتا ہوں اس کے باپ کے حق میں۔

مگر چوں کہ مذکورہ جواب سے ایک عام آدمی یہی گمان کرے گا ماں ہر معاملے میں باپ پر فوقیت رکھتی ہے، اس لیے آپ مزید وضاحت فرماتے ہوئے درج ذیل عبارت تحریر فرماتے ہیں، جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کچھ معاملات ایسے بھی ہیں جس میں باپ، ماں پر فوقیت رکھتا ہے، چناں چہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"مگر اس زیادت کے یہ معنی ہیں کہ خدمت میں دینے میں باپ پر ماں کو ترجیح دے مثلاً سو روپے ہیں اور کوئی خاص وجہ مانع تفصیل مادر نہیں تو باپ کو پچیس دے ماں کو پچھتر، یا ماں باپ دونوں نے ایک ساتھ پانی مانگا تو پہلے ماں کو پلائے پھر باپ کو، یا دونوں سفر سے آئے ہیں پہلے ماں کے پاؤں دبائے پھر باپ کے، وعلیٰ ہذاالقیاس، نہ یہ کہ اگر والدین میں باہم تنازع ہو تو ماں کا ساتھ دے کر معاذاللہ باپ کے درپے ایذا ہو یا اس پر کسی طرح درشتی کرے یا اسے جواب دے یا بے ادبانہ آنکھ ملا کر بات کرے، یہ سب باتیں حرام اور اللہ عزوجل کی معصیت ہیں، نہ ماں کی اطاعت ہے نہ باپ کی، تو اسے ماں باپ میں سے کسی

کا ایسا ساتھ دینا ہرگز جائز نہیں، وہ دونوں اس کی جنت ونار ہیں، جسے ایذا دے گا دوزخ کا مستحق ہوگا والعیاذ باللہ، معصیت خالق میں کسی کی اطاعت نہیں، اگر مثلاً ماں چاہتی ہے کہ یہ باپ کو کسی طرح کا آزار پہنچائے اور یہ نہیں مانتا تو وہ ناراض ہوتی ہے، ہونے دے اور ہرگز نہ مانے، ایسے ہی باپ کی طرف سے ماں کے معاملہ میں، ان کی ایسی ناراضیاں کچھ قابل لحاظ نہ ہوں گی کہ یہ ان کی نری زیادتی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چاہتے ہیں بلکہ ہمارے علمائے کرام نے یوں تقسیم فرمائی ہے کہ خدمت میں ماں کو ترجیح ہے جس کی مثالیں ہم لکھ آئے ہیں، اور تعظیم باپ کی زائد ہے کہ وہ اس کی ماں کا بھی حاکم وآقا ہے۔“

پھر اس حکم پر فتاویٰ ہندیہ کی اس عبارت سے استدلال کرتے ہیں:

اذا تعذر علیه جمع مراعاۃ حق الوالدین بان یتأذی احدهما بمراعاۃ الاٰخر یرجح حق الاب فیما یرجع الی التعظیم والاحترام وحق الام فیما یرجع الی الخدمة والانعام وعن علاء الائمة الحمامی قال مشائخنا رحمهم الله تعالیٰ الاب یقدم علی الام فی الاحترام والام فی الخدمة حتی لو دخلا علیه فی البیت یقوم للاب ولوسألامنه ماء ولم یاخذ من یده احدهما فیبدأ بالام کذا فی القنیة۔ والله سبحٰنه وتعالیٰ اعلم وعلمه جل مجده احکم۔

جب آدمی کے لیے والدین میں سے ہر ایک کے حق کی رعایت مشکل ہو جائے مثلاً ایک کی رعایت سے دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے تو تعظیم واحترام میں والد کے حق کی رعایت

کرے اور خدمت میں والدہ کے حق کی۔ علامہ حمامی نے فرمایا: ہمارے امام فرماتے ہیں کہ احترام میں باپ مقدم ہے اور خدمت میں والدہ مقدم ہوگی حتیٰ کہ اگر گھر میں دونوں اس کے پاس آئے ہیں تو باپ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو، اور اگر دونوں نے اس سے پانی مانگا اور کسی نے اس کے ہاتھ سے پانی نہیں پکڑا تو پہلے والدہ کو پیش کرے، اسی طرح قنیہ میں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۲۴، ص:۳۸۷ – ۳۹۱، ملخصًا)

دل کو تڑپا دینے والی روایت

ایک مقام پر ایک دل چبھتی روایت امام ابن جوزی کی کتاب عیون الحکایات سے نقل فرماتے ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ والدین انتقال فرمانے کے بعد بھی کس طرح اپنے بچوں کو چاہتے ہیں اور ان کی ایک جھلک پانے کو ترستے ہیں:

"ایک شخص اپنے بیٹے کے ساتھ سفر کو گیا، راہ میں باپ کا انتقال ہو گیا، وہ جنگل درختانِ مقل یعنی گوگل کے پیڑوں کا تھا، ان کے نیچے دفن کرکے بیٹا جہاں جانا تھا چلا گیا، جب پلٹ کر آیا، اس منزل میں رات کو پہنچا، باپ کی قبر پر نہ گیا، تو ناگاہ سنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے:

رأیتک تطوی الدوم لیلا ولاتری علیک باھل الدوم ان تتکلما

وبالدوم ثاو لو ثویت مکانہ فمر باھل الدوم عاج فسلما

میں نے تجھے دیکھا کہ تو رات میں اس جنگل کو طے کرتا ہے اور وہ جو ان پیڑوں میں ہے اس سے کلام کرنا اپنے اوپر لازم نہیں جانتا۔

حالاں کہ ان درختوں میں وہ مقیم ہے کہ اگر اس کی جگہ تو ہوتا اور وہ یہاں گزرتا تو وہ راہ سے پھر کر آتا اور تیری قبر پر سلام کرتا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۲۴، ص:۳۹۹-۴۰۰، ملخصًا)

سخت الفاظ میں تنبیہ

ایک مقام پر ایک نافرمان اولاد کو کس قدر سخت الفاظ میں غیرت دلاتے ہیں ملاحظہ فرمائیں :

''او ناشکر، خدا ناترس ! مال لایا کہاں سے، تیرا گوشت پوست استخوان، سب تیرے ماں باپ کا ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج:۱۸، ص:۳۱۲-۳۱۳، ملخصًا)

حافظ کے والدین کو قیامت میں تاج پہنایا جائے گا

آپ سے سوال ہوا:

حافظ کتنوں کی شفاعت کرے گا سنا گیا ہے کہ اپنے اعزا میں سے دس شخصوں کی ؟

اس پر جواب ارشاد فرمایا:

ہاں۔ اور اُس کے ماں باپ کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنایا جائے گا جس سے مشرق سے مغرب تک روشن ہو جائے۔

(الملفوظ، حصۂ اول، ص:۹۲، مکتبۃ المدینہ)

ماں باپ کے قاتل کی نماز جنازہ نہیں

آپ سے سوال ہوا:

اس شخص پر جو قصاص میں قتل کیا گیا، نماز پڑھی جائے ؟

اس پر جواب ارشاد فرمایا:

''ہاں، جیسے خودکشی کرنے والے کی۔ اپنے ماں باپ کو قتل کرنے والے اور باغی ڈاکو کہ ڈاکہ میں مارا گیا، ان کے جنازہ کی نماز نہیں۔''

(الملفوظ، حصۂ اول، ص:۱۳۲، مکتبۃ المدینہ)

والد کا اختیار کس قدر ہے

آپ سے سوال ہوا:

وَلَنْ يَّجْعَلَ اللهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا . ترجمۂ کنزالایمان: اللہ کافروں کو مسلمانوں پر کوئی راہ نہ دے گا۔ (سورۂ نساء:۱۴۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کوئی کافر کسی مسلمان پر غالب نہ ہوگا حالاں کہ واقع میں اِس کے خلاف ہے!

اس پر جواب ارشاد فرمایا:

''اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے کوئی ولایت نہیں رکھی کافروں کے واسطے مسلمانوں پر۔ ولایت کہتے ہیں: ''حکم نافِذُ التَّصَرُّف شَاءَ اَوْ اَبٰی، شاہے مانے یا نہ مانے اور شریعت بھی اس کو قبول کرلے۔'' یہ بات کبھی حاصل نہ ہوگی کسی کافر کو کسی مسلم پر۔ **والد اپنی نابالغ اولاد پر ولایت رکھتا ہے۔ یہ ان کا نکاح کردے اور وہ چلاتے رہیں: ہمیں نہیں منظور! نکاح نافذ ہوگیا (اور) بعد بالغ ہونے کے بھی کچھ اختیار نہیں**۔ یا دو عادِل مسلمان کسی پر گواہی دیں۔ وہ (جواب میں) کہہ رہا ہے: یہ (یعنی گواہ) جھوٹے ہیں، مَیں نے ایسا نہیں کیا۔ وہ (یعنی گواہ) کہہ دیں کہ اس نے ایسا کیا، گواہی نافذ ہوگئی۔''

(الملفوظ، حصۂ چہارم، ص:۴۶۱، مکتبۃ المدینہ)

ستر ہزار کلمۂ طیبہ سے والدہ کی بخشش ہوگئی

آپ سے سوال ہوا:

حضور ایک شخص نے اپنی لڑکی کے انتقال کے بعد دیکھا کہ وہ علیل اور برہنہ ہے۔ یہ خواب چند بار دیکھ چکا ہے۔

اس پر جواب ارشاد فرمایا:

کلمۂ طیّبہ ستر ہزار (۷۰۰۰۰) مرتبہ معہ درود شریف پڑھ کر بخش دیا جائے، اِن شاء اللہ پڑھنے والے اور جس کو بخشا ہے، دونوں کے لیے ذریعۂ نجات ہوگا اور پڑھنے والے کو دو ناثواب ہوگا اور اگر دو کو بخشے گا تو تگنا، اسی طرح کروڑوں بلکہ جمیع مؤمنین و مؤمنات کو ایصالِ ثواب کر سکتا ہے۔ اسی نسبت سے اس پڑھنے والے کو ثواب ہوگا۔

حضرتِ شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے، آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکا کھانا کھا رہا ہے، کھانا کھاتے ہوئے دفعۃً رونے لگا۔ وجہ دریافت کرنے پر کہا کہ میری ماں کو جہنم کا حکم ہے اور فرشتے اسے لیے جاتے ہیں۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابنِ عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس یہی کلمہ طیبہ ستر ہزار مرتبہ پڑھا ہوا محفوظ تھا، آپ نے اُس کی ماں کو دل میں ایصالِ ثواب کر دیا۔ فوراً وہ لڑکا ہنسا، آپ نے سبب ہنسنے کا دریافت فرمایا، لڑکے نے جواب دیا کہ حضور میں نے ابھی دیکھا میری ماں کو فرشتے جنت کی طرف لیے جا رہے ہیں۔ شیخ ارشاد فرماتے ہیں: " اس حدیث کی تصدیق مجھے اس لڑکے کے کشف سے ہوئی اور اس کے کشف کی تصدیق اس حدیث سے۔"

(الملفوظ، حصۂ اول، ص:۱۳۹، مکتبۃ المدینہ)

نیک والدہ کا نیک بیٹا

آپ سے سوال ہوا:

حضور! "تقریبِ بسم اللہ" کی کوئی عمر شرعاً مقرر ہے؟

اس پر جواب ارشاد فرمایا: شرعاً کچھ مقرر نہیں۔ہاں مشائخ کرام کے یہاں چار برس چار مہینے چار دن مقرر ہیں۔

حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر جس دن چار برس چار مہینے چار دن کی ہوئی، "تقریبِ بسم اللہ" مقرر ہوئی۔ لوگ بلائے گئے، حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما ہوئے۔بسم اللہ پڑھانا چاہی مگر الہام ہوا کہ ٹھہرو! حمید الدین ناگوری (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) آتا ہے وہ پڑھائے گا۔ادھر ناگور میں قاضی حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو الہام ہوا کہ جلد جا میرے ایک بندے کو بسم اللہ پڑھا! قاضی صاحب فوراً تشریف لائے اور آپ سے فرمایا:

"صاحب زادے پڑھیے! بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔"

آپ نے پڑھا:

"اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" اور شروع سے لے کر پندرہ پارے حفظ سنادیئے۔ حضرت قاضی صاحب اور خواجہ صاحب نے فرمایا: صاحب زادے آگے پڑھیے!

فرمایا:

’’میں نے اپنی ماں کے شکم میں اِتنے ہی سنے تھے اور اِسی قدر اُن کو یاد تھے ، وہ مجھے بھی یاد ہو گئے ۔‘‘

(الملفوظ ، حصۂ چہارم ، ص:۴۸۱ ، مکتبۃ المدینہ)

عملی کردار

اعلیٰ حضرت اپنے والدین کا کس قدر ادب و احترام کرتے ، کس قدر محبت فرماتے اور کس قدر انھوں نے اپنی پوری زندگی اپنے والدین کی فرماں برداری و اطاعت شعاری میں

گزار دی آئندہ سطور میں جب آپ اس کا مطالعہ فرمائیں گے تو آپ کی پلکوں کا بوجھ بہت زیادہ ہو جائے گا۔

ادب شعار بیٹا

حضرت مولانا حسنین رضا بن استاذ زمن علامہ حسن رضا علیہما الرحمہ اپنی کتاب "سیرت اعلیٰ حضرت" میں رقم طراز ہیں:

اعلیٰ حضرت قبلہ حضرت حجۃ الاسلام کو گھر کے ایک دالان میں پڑھانے بیٹھے ۔ وہ پچھلا سبق سن کر آگے سبق دیتے تھے۔ پچھلا سبق جو سنا تو وہ یاد نہ تھا۔ اس پر ان کو سزادی ۔ اعلیٰ حضرت کی والدۂ محترمہ جو دوسرے دالان کے کسی گوشے میں تشریف فرما تھیں،انھیں کسی طرح اس کی خبر ہوئی، وہ حضرت حجۃ الاسلام کو بہت چاہتی تھیں،غصہ میں بھری ہوئی آئیں اور اعلیٰ حضرت قبلہ کی پشت پر ایک دوہتڑ مارا اور فرمایا:

"تم میرے حامد کو مارتے ہو۔"

اعلیٰ حضرت فوراً جھک کر کھڑے ہو گئے اور اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا:

" اماں اور ماریئے جب تک کہ آپ کا غصہ فرو نہ ہو۔"

یہ کہنے کے بعد انھوں نے ایک دوہتڑ مارا ، اعلیٰ حضرت سر جھکائے کھڑے رہے، یہاں تک کہ وہ خود واپس تشریف لے گئیں، اس وقت تو جو غصہ میں ہوتا تھا ہوگیا، مگر اس واقعہ کا ذکر جب کرتیں تو آبدیدہ ہوکر فرماتیں:

" دوہتڑ مارنے سے پہلے میرے ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گئے؛کہ ایسے مطیع و فرماں بردار بیٹے کے- جس نے خود پٹنے کے لیے پیش کر دیا- دوسرا دوہتڑ کیسے مارا۔ افسوس۔"

(سیرت اعلیٰ حضرت، ص:۹۷-۹۸، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

والدۂ ماجدہ سے اجازت لے کر ہی سفرِ حج پر روانہ ہوئے

اعلیٰ حضرت نے اپنا پہلا حج اپنے والدین کے ساتھ ادا فرمایا تھا، اس حج میں کچھ مشقتیں آئی تھیں جس کی وجہ سے والدۂ محترمہ نے دوسرا حج کرنے سے منع فرما دیا تھا، دوسرا حج نفلی تھا جو والدین کی اجازت کے بغیر ناجائز ہے، اعلیٰ حضرت نے دوسرا حج کرنے کے لیے والدۂ محترمہ سے کس طرح اجازت طلب فرمائی، اسے خود اعلیٰ حضرت کی زبانی نظر نواز کریں اور ماں کا ادب کس طرح ہونا چاہیے، ذہن دماغ میں اچھی طرح بسالیں:

"دوسری بار جب کعبہ معظمہ حاضر ہوا، یکایک جانا ہو گیا، اپنا پہلے سے کوئی اِرادہ نہ تھا۔ پہلی بار کی حاضری حضرات والدین ماجدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے ہم راہ رِکاب تھی۔ اُس وقت مجھے ۲۳/واں سال تھا۔ واپسی میں تین دن طوفان شدید رہا تھا، اِس کی تفصیل میں بہت طُول ہے۔ لوگوں نے کفن پہن لیے تھے۔ حضرت والدۂ ماجدہ کا اضطراب دیکھ کر اُن کی تسکین کے لیے بے ساختہ میری زبان سے نکلا:

" آپ اطمینان رکھیں، خدا کی قسم! یہ جہاز نہ ڈوبے گا۔"

یہ قَسم میں نے حدیث ہی کے اطمینان پر کھائی تھی جس میں کشتی پر سوار ہوتے وقت، غرق سے حفاظت کی دعا ارشاد ہوئی ہے۔ میں نے وہ دُعا پڑھ لی تھی؛ لہذا حدیث کے

وعدۂ صادقہ پر مطمئن تھا۔ پھر بھی قسم کے نکل جانے سے خود مجھے اندیشہ ہوا اور معًا حدیث یاد آئی:

مَنۡ یَّتَأَلَّ عَلَی اللّٰہِ یُکَذِّبُہ.

حضرت عزّت کی طرف رُجوع کی اور سرکارِ رسالت ﷺ سے مدد مانگی، الحمدللہ کہ وہ مخالف ہَوا؛ کہ تین دن سے بشدت چل رہی تھی دو گھڑی میں بالکل موقوف ہوگئی اور جہاز نے نجات پائی۔ ماں کی محبت! وہ تین شبانہ روز کی سخت تکلیف یاد تھی، مکان میں قدم رکھتے ہی پہلا لفظ مجھ سے یہ فرمایا:

”حجِ فرض اللہ تعالیٰ نے ادا فرما دیا، اب میری زندگی بھر دوبارہ اِرادہ نہ کرنا!“

اُن کا یہ فرمانا مجھے یاد تھا اور ماں باپ کی ممانعت کے ساتھ حج نفل جائز نہیں۔ یوں خود ادا کرنے سے مجبور تھا۔ یہاں سے ننھے میاں (اعلیٰ حضرت کے چھوٹے بھائی مولانا محمد رضا خان) اور حامد رضا خاں (اعلیٰ حضرت کے بڑے شہزادے) مع متعلقین بارادۂ حج روانہ ہوئے۔ لکھنؤ تک اِن لوگوں کو پہنچا کر میں واپس آ گیا؛ لیکن طبیعت میں ایک قسم کا انتشار رہا۔ ایک ہفتہ یہاں رہا، طبیعت سخت پریشان رہی۔ ایک روز عصر کے وقت زیادہ اِضطِراب ہوا اور دل وہاں کی حاضری کے لیے زیادہ بے چین ہوا۔ بعدِ مغرب مولوی نذیر احمد صاحب کو اسٹیشن بھیجا کہ جا کر بمبئی تک سیکنڈ کلاس رِزَرْو کروالیں کہ نمازوں کا آرام رہے۔ انھوں نے اسٹیشن ماسٹر سے گاڑی مانگی، اُس نے پوچھا:

”کس ٹرین سے ارادہ ہے؟“

انھوں نے کہا:

''اِسی شب کے دس بجے والی گاڑی سے۔''

وہ بولا:

'' یہ گاڑی نہیں مل سکتی، اگر آپ کو اِس سے جانا تھا تو چوبیس گھنٹے پیشتر اطلاع دیتے۔''

بے چارے مایوس ہوکر لوٹنا چاہتے تھے کہ ایک ٹکٹ کلکٹر جو قریب رہتا تھا، مل گیا۔ اُس نے کہا:

'' تم گھبراؤ مت! میں چلتا ہوں اور اسٹیشن ماسٹر سے جا کر کہتا ہوں۔''

اسٹیشن ماسٹر نے اس کی بات سن کر ایک سو تریسٹھ روپے پانچ آنے لے کر سیکنڈ کلاس کا کمرہ رِزَرْوْ کر دیا۔

عشا کی نماز سے اوّل وقت فارغ ہولیا۔ شِکرم (چار پہیوں والی مخصوص گاڑی) بھی آگئی۔ صرف والدۂ ماجدہ سے اِجازت لینا باقی رہ گئی، جو نہایت اہم مسئلہ تھا اور گویا اس کا یقین تھا کہ وہ اِجازت نہ دیں گی، کس طرح عرض کروں اور بغیر اجازتِ والدہ حج نفل کو جانا حرام۔ آخر کار اندر مکان میں گیا، دیکھا کہ حضرت والدۂ ماجدہ چادر اوڑھے آرام فرماتی ہیں۔ **میں نے آنکھیں بند کر کے قدموں پر سر رکھ دیا،** وہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھیں اور فرمایا:

''کیا ہے؟''

میں نے عرض کیا:

''حضور! مجھے حج کی اجازت دے دیجیے۔''

پہلا لفظ جو فرمایا یہ تھا:

"خدا حافظ!"

یہ (یعنی والدہ کا یُوں بآسانی اجازت دے دینا) انھیں دعاؤں کا اثر تھا۔ **میں الٹے پیروں** باہر آیا اور فوراً سوار ہوکر اسٹیشن پہنچا۔ چلتے وقت جس لگن میں مَیں نے وضو کیا تھا، والدۂ ماجدہ نے اس کا پانی میری واپسی تک نہ پھینکنے دیا؛ کہ اُس کے وضو کا پانی ہے۔"

(الملفوظ، حصۂ دوم، ص:۱۸۱ - ۱۸۳، مکتبۃ المدینہ)

والد صاحب کے حکم کے آگے سر تسلیم خم

اگلے واقعے سے جہاں اعلیٰ حضرت ایک فرماں بردار بیٹے نظر آتے ہیں، وہیں ایک مخلص و ایثار پسند بھائی کی حیثیت سے آپ کی سیرت نمایاں دکھائی دیتی ہے، آپ کے بھتیجے حضرت مولانا حسنین رضا بن استاذ زمن علامہ حسن رضا علیہما الرحمہ اپنی کتاب "سیرت اعلیٰ حضرت" میں تحریر فرماتے ہیں:

" اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ایثار کی ایک مثال تقسیم جائداد کا مسئلہ بھی ہے، جس کی تفصیل بہت جگہ گھیرے گی، مختصراً اسے بھی ذکر کرتا چلوں:

اعلیٰ حضرت قبلہ کے والد ماجد نے اپنے دوران علالت علاقے کی تقسیم کا دفعۃً ارادہ کر لیا۔ اور دو موضعوں کی حقیت اپنی دونوں بیٹیوں کو دے کر باقی مسلم

مواضعات اعلیٰ حضرت قبلہ کو لکھے اور پچاس پچاس روپے ماہ وار ان کے دونوں بھائیوں کو ان واضعات کی آمدنی سے دینا لکھے۔ وہ دونوں بھائی مولوی حسن رضا خاں اور مولوی محمد رضاخاں،اعلیٰ حضرت قبلہ سے چھوٹے تھے۔ عم مکرم مولوی محمد رضا خاں تو بہت کم عمر تھے۔ ان دونوں میں اتنی بڑی جائداد کی تقسیم کے معاملے کو سمجھنے کا شعور بھی نہ ہوا تھا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے اس وقت ان دونوں کی وکالت فرمائی، مذکورہ بالا مسوّدہ جب ان کے والد ماجد نے ان کی والدۂ مرحومہ کو دیا کہ وہ امنّ میاں (اعلیٰ حضرت) کو دکھالیں تو میں اسے رجسٹری کرا دوں۔ والدہ صاحبہ نے وہ مسوّدہ اعلیٰ حضرت کو دیا، آپ نے دیکھا، دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور چہرہ تمتمانے لگا اور فرمایا:

”اس مسوّدہ کی دونوں باتیں مجھے نامنظور ہیں، نہ مجھے اپنے بھائیوں کے حصوں کی کمی منظور ہے اور نہ میں ان کو اپنا دست نگر بنانا پسندکرتا ہوں۔میری خوشی یہ ہے کہ برابر کے تین حصے کر دیئے جائیں اور ہر ایک کا حصہ اس کے نام لکھ دیا جائے، جس کا ہے۔“

اور اس مسوّدہ کو غالبًا چاک کر دیا۔ اعلیٰ حضرت کی والدۂ ماجدہ نے ان کا یہ جواب ان کے پدر بزرگ وار کو پہنچا دیا۔ تو اعلیٰ حضرت کے والدِ ماجد نے ان کی والدۂ محترمہ سے فرمایا:

"یہ میں جانتا ہوں کہ اس دنیا میں امّن میاں دین ہی کی خدمت کریں گے اور ان کے یہ دونوں بھائی اور کچھ دنیا کما کر ان پچاس پچاس روپے میں اضافہ کرلیا کریں گے، جوان کے گزارنے کے لیے کافی ہوگا۔"

جب اعلیٰ حضرت قبلہ کسی طرح راضی نہ ہوئے تو ان کے والدِ ماجد نے دوسرا مسوّدہ لکھا۔ اس میں کل کی آدھی جائداد اعلیٰ حضرت قبلہ اور بقیہ آدھی جائداد میں ان دونوں بیٹوں کو برابر کا شریک کر دیا اور یہ مسوّدہ بھی اعلیٰ حضرت قبلہ کی والدۂ ماجدہ کو دیا کہ **امّن میاں کو دکھاؤ اور ان سے کہہ دو کہ اب اس میں کوئی ترمیم نہیں ہوسکتی۔ میں تم کو بحق پدری حکم دیتا ہوں کہ تم اسے مان لو تو جلدی ہی رجسٹری ہو جائے۔** چناں چہ وہ مسوّدہ رجسٹری ہو گیا اور چند ہی روز بعد حضرت مولانا نقی خاں والدِ ماجد اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے وفات پائی۔

فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان کی وفات کے بعد اعلیٰ حضرت نے اپنی والدۂ ماجدہ کو اس بات پر راضی کیا کہ آپ گھر کا نظم اس طرح کریں کہ زیادہ روپیہ پس انداز ہو اور بچت کے روپے سے دوسری جائداد خرید کر میرے دونوں بھائیوں کی جائداد، میری جائداد کے برابر کریں۔ اس جائداد کے ملحقہ حصے مولانا نقی خاں صاحب کے چچازاد بھائیوں کے پاس تھے۔ وہ چار بھائی تھے۔ خرچ زیادہ اور آمدنی کم تھی، انھوں نے مقدمہ بازی شروع کر دی جس میں وہ ہارتے رہے، انھیں مقدمہ بازی کے دور میں اپنی جائداد

کے حصص فروخت کرنا پڑے اور وہ حصص اعلیٰ حضرت کی والدۂ ماجدہ نے خریدنا شروع کر دیے۔ جب سے مقدمہ بازی بند ہوئی تو خریداری بھی بند ہوگئی اور یہ بھی ہوا کہ اعلیٰ حضرت اور ان کے بھائیوں کی اولادیں بڑھیں، رہائشی مکان ناکافی ہو گیا تو مکانات آپس میں تقسیم کر کے تینوں بھائی علاحدہ علاحدہ اپنے مکانوں میں نقل ہوگئے۔ اب خرچ بہت بڑھ گیا۔ اس وجہ سے بھی جائداد کی خریداری روکنا پڑی، **ادھر ان کے بھائیوں نے بھی دیکھا کہ اس جزرسی کی وجہ سے اعلیٰ حضرت ہی کے اخراجات میں تنگی ہو جاتی ہے، انھوں نے بھی اس اسکیم کو بند کرا دیا۔** اس ترکیب سے کافی جائداد خرید کے ان کے دونوں بھائیوں کے نام کی گئی ، مگر پھر بھی ان دونوں بھائیوں کی آمدنی انفرادی طور پر اعلیٰ حضرت قبلہ کی آمدنی سے کچھ کم ہی رہی، ہمیں تو اعلیٰ حضرت کی ذات پر بڑا فخر ہے کہ انھوں نے میرے باپ اور چچا کو زمین دار بنایا ورنہ یہ دونوں پچاس پچاس روپے ماہ وار پاتے اور عمر بھر دنیا کی کش مکش میں پڑے رہتے۔ مگر اعلیٰ حضرت کے اخراجات دیکھتے ہوئے میرے نزدیک علاقے کی پہلی ہی تقسیم زیادہ مناسب تھی ۔ **ایثار کی ایسی کوئی مثال اس دور میں میری نظر سے نہ گزری۔** اعلیٰ حضرت قدس سرہ اگر تارک الدنیا (اگرچہ وہ اسے پسند نہ فرماتے تھے) ہوکرساری جائداد بھائیوں کو دے دیتے تو کوئی کمال نہ تھا۔ مگر دنیا میں رہ کر دنیا پراتنی زبردست ٹھوکر جمانا انھی کادل گردہ تھا۔ **یہ ایثار اس عمر میں کیا جس عمر میں ہر آدمی امیدوں، آرزؤں، ارمانوں، امنگوں کی رو میں بہتا**

ہے، **اس عمر میں اسے بڑا لالچ ہوتا ہے** ۔ اور تحصیل زر کے سلسلے میں حلال و حرام کا امتیاز بھی نہیں کیا جاتا۔

(سیرت اعلیٰ حضرت، ص:۱۰۴ - ۱۰۶، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

ان کا سب کچھ ان کی والدہ کا تھا

والدۂ محترمہ کا احترام کس قدر تھا، ذیل کے اس واقعہ سے اس کا بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

" بقول حضرت سیدنا شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب قدس سرہ :

"والدین کی اتباع کا یہ حال تھا کہ جب مولانا کے والد ماجد جناب مولانا نقی علی خاں صاحب کا انتقال ہوا، اپنے حصہ جائیداد کے خود مالک تھے۔ مگر سب اختیار والدۂ ماجدہ کے سپرد تھا۔ وہ پوری مالکہ و متصرف تھیں ۔ جس طرح چاہتیں صرف کرتیں۔ جب مولانا کو کتابوں کی خریداری کے لیے کسی غیر معمولی رقم کی ضرورت پڑتی تو والدۂ ماجدہ صاحب کی خدمت میں درخواست کرتے اور اپنی ضرورت ظاہر کرتے۔ جب وہ اجازت دیتیں اور درخواست منظور کرتیں تو کتابیں منگواتے۔"

(حیات اعلیٰ حضرت، صفحہ ۱۴۶ - ۱۴۷، مرکز اہل سنت برکات رضا ، پور بندر، گجرات)

بھائیوں سے اتفاق رکھا

والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے بعد ان کے بچے مل جل کر زندگی گزاریں، اگر کوئی ان کے درمیان رکھنا ڈالنے کی کوشش کرے تو اس کی بات پر کان نہ دھریں، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ والدین کے وصال فرمانے کے بعد کچھ لوگ اخلاص کا لبادہ اوڑھ کر بھائیوں میں پھوٹ ڈلوا دیتے ہیں، ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت کی بارگاہ میں بھی اس طرح کے کچھ مخلص پہنچے، اعلیٰ حضرت نے انھیں جو جواب دیا سننے کے قابل ہے، واقعہ کچھ اس طرح ہے:

" اعلیٰ حضرت کثیر العیال تھے اور خرچ بہت تھا، اور ان کے چھوٹے بھائی جو تھے ان کی صرف ایک ہی بیٹی تھی ، اور بیٹی کی جو اولاد ہوئیں وہ ان کی سر پرستی (فرماتے) ، تو ان کے پیسے جمع ہوتے تھے، اعلیٰ حضرت کے یہاں جمع نہیں ہوتا تھا، (اعلی حضرت) فرماتے تھے ، میرے اوپر کبھی زکاۃ فرض نہیں ہوئی۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ چھوٹے بھائی نے اپنی بیوی کے لیے سونے کے کڑے بنوا دیے تھے، تو کسی نے اعلیٰ حضرت سے کہا:

"دیکھیے! آپ کے بھائی نے اپنی اہلیہ کے لیے کڑے بنوادیے۔"

یعنی یہ تاثر دینے کے لیے کہ آپ کی کمائی سے بنوائے (ہیں)۔

فرمایا:

” میرے بھائی کو اگر اللہ تعالیٰ نے اتنا عطا کیا کہ (سونے کے) کڑے بنوادیے تو مجھے خوشی ہوئی ، اور اگر میرے پیسے سے بنوادیے تو بھی مجھے خوشی ہوئی کہ میرے بھائی نے میرے پیسے کو اپنے پیسے سمجھے۔“

وہ صاحب دم بخود، آپ نے فرمایا:

”میرے دونوں بھائی میری دونوں آنکھیں ہیں۔“

(ماہنامہ پیغامِ شریعت، دہلی، ص:۵، شمارہ: اگست، سنہ: ۲۰۱۷ء،

مقالہ: تذکرۂ خانوادۂ رضویہ بزبان حضرت شوکت میاں علیہ الرحمہ)

والدِ ماجد کے مجلس کا ادب

بچپن سے ہی والد صاحب کے ادب کا حال یہ تھا کہ دورانِ مجلس کوئی بات اگر آپ کی سمجھ میں آجاتی تو اس وقت نہ کہتے ، بلکہ ان کے جاہ و مرتبے کا لحاظ کرتے ہوئے خاموش رہتے، جب مجلس ختم ہوجاتی تو اپنا عریضہ پیش کرتے، انھی کی زبانی ذیل کا واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

”رب العزت (عزوجل) کی شان ہے کہ بد مذہب کیسا ہی جامہ عیاری پہن (یعنی بھیس بدل) کر میرے سامنے آئے ، خود بخود دل نفرت کرنے لگتا ہے ۔ حضرت والدِ ماجد

قدس سرہ، کے زمانہ حیات میں دہلی کا ایک واعظ حاضر ہوا، اس وقت مولانا عبد القادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی تشریف رکھتے تھے۔ اسمٰعیل دہلوی اور وہابیہ پر بڑے شدّ و مد سے دیر تک لعن طعن کی اور اس نے اپنے سُنّی ہونے کا پورا پورا ثبوت دیا۔ میرے بچپن کا زمانہ تھا۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے اپنا خیال حضرت کی خدمت میں ظاہر کیا:

''مجھے تو یہ پکا وہابی معلوم ہوتا ہے۔''

مولانا بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:

''ابھی تو وہ تمھارے سامنے وہابیوں اور اسمٰعیل پر تبرا کہہ گیا ہے!''

میں نے عرض کی:

''میرا قلب گواہی دیتا ہے کہ یہ سب تقیہ (اپنے مذہب کو چُھپاتے ہوئے جھوٹ بولنا) تھا، اسے جامع مسجد میں وعظ کہنے کی اجازت ہمارے حضرت سے لینی ہے کہ بے حضرت کی اجازت کے یہاں وعظ نہیں کہہ سکتا، اس لیے اس نے تمہید ڈالی۔''

دوسرے دن شام کو پھر حاضر ہوا۔ میں نے اسے مسائلِ وہابیت میں چھیڑا، ثابت ہوا کہ پکا وہابی ہے۔ (لہٰذا) دفع کر دیا گیا۔ اپنا سا منہ لے کر چلا گیا۔''

(الملفوظ، حصۂ اول، ص:۱۶۸-۱۶۹، مکتبۃ المدینہ)

خواب میں بارہا والدین کریمین کی زیارت

اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک و فرماں براری کا ثمرہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی ذات کو یہ بھی ملا کہ بارہا والدین کریمین خواب میں تشریف لاکر مدد فرماتے ، بیمار بڑتے تو عیادت کو تشریف لاتے ، اس طرح کے چند واقعات ملاحظہ فرمائیں:

کھانا کھلوانا

اعلیٰ حضرت کی عادت تھی کہ کوئی فکر کی بات ہوتی تو آپ کھانا کھانا ترک کر دیتے ، ایک مرتبہ اسی طرح کھانا تناول نہ فرمایا تھا تو والدین کریمین خواب میں تشریف لاکر ناراضگی ظاہر فرمائی ، فرماں براد بیٹے کو کب گوارا تھا کہ انتقال کے بعد بھی اس کے والدین اس سے ناراض رہیں؛ اس لیے آپ نے کھانا شروع کر دیا ، اب اس واقعے کو اعلیٰ حضرت کی زبانی سنیں:

"ایک مرتبہ کھانا نہ کھایا تھا۔ کئی روز سے والدین کریمین کو خواب میں دیکھا۔ والدۂ ماجدہ نے کچھ نہ فرمایا ، والدِ ماجد نے فرمایا:

"تمھارے نہ کھانے سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے۔"

مجبوراً پھر صبح سے کھانا شروع کر دیا۔"

(الملفوظ ، حصۂ سوم ، ص: ۴۱۴ ، مکتبۃ المدینہ)

غصے والی محبت

ایک مرتبہ آپ بیمار پڑے تو والدِ ماجد اور آپ کے پیر بھائی مولانا برکات احمد صاحب خواب میں عیادت کو تشریف لائے اور کسی بات والدِ ماجد نے غصے سے بھرے انداز میں کس والہانہ انداز میں شفقت فرمائی ، اسے اعلیٰ حضرت کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

''خواب میں دیکھا کہ مولوی برکات احمد صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) بھی حضرت والدِ ماجد قدس سرہ العزیز کے ہمراہ میری عیادت کو تشریف لائے ہیں۔ دونوں حضرات نے مزاج پرسی فرمائی۔ میں شدتِ مرض سے تنگ آچکا تھا، زبان سے نکلا:

''حضرت دعا فرمائیں کہ اب خاتمہ ایمان پر ہوجائے۔''

یہ سنتے ہی حضرت والدِ ماجد قدس سرہ الشریف کا رنگ مبارک سرخ ہوگیا اور فرمایا:'' ابھی تو باون برس مدینے شریف میں۔''

واللہ اعلم، اس ارشاد کے کیا معنی تھے، مگر اس کے بعد جو دوبارہ حاضریِ مدینۂ طیبہ ہوئی ہے، اُس وقت مجھے ب ۵۲واں سال ہی تھا یعنی اکاون برس پانچ مہینے کی عمر تھی، یہ چودہ برس کی پیش گوئی حضرت نے فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے غلامانِ غلام کے کفش بردار ہیں، علومِ غیب دیتا ہے اور وہابیہ کو جنابِ سرکار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے انکار ہے۔

(الملفوظ، حصۂ دوم، ص:۲۰۵، مکتبۃ المدینہ)

پہلے سے ہی خبر دار کر دیا

ایک مرتبہ رمضان المبارک سے پہلے ہی والدِ ماجد خواب میں تشریف لائے، پیشین گوئی فرمائی کہ آنے والے رمضان میں تمھاری طبیعت شدت آئے گی، مگر خیال رہے کہ روزہ نہ چھوٹنے پائے، ڈاکٹروں نے لاکھ کوشش کی کہ آپ روزہ نہ رکھیں کہ مرض میں اضافہ ہوگا، لیکن فرماں بردار بیٹے نے ان کی ایک نہ سنی، اور والد صاحب کے حکم کی تعمیل فرمائی، ملاحظہ ہو:

’’ابھی چند سال ہوئے ماہِ رجب میں حضرت والدِ ماجد قدس اللہ سرہ الشریف خواب میں تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا:

’’اب کی رمضان میں مرض شدید ہوگا روزہ نہ چھوڑنا۔‘‘

ویسا ہی ہوا اور ہر چند طبیب وغیرہ نے کہا (مگر) میں نے بحمد اللہ تعالیٰ روزہ نہ چھوڑا اور اسی کی برکت نے بفضلہ تعالیٰ شفا دی کہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے:

صُوْمُوْا تَصِحُّوْا: روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے۔‘‘

(الملفوظ، حصۂ دوم، ص:۲۰۶، مکتبۃ المدینہ)

تسلی فرمائی

ایک مرتبہ خواب میں تشریف لاکر آپ کو تسلی دیتے ہوئے اس انداز میں مخاطب ہوئے جس سے بیٹے کے تئیں ان کی محبت خوب واضح ہوتی ہے، چناں چہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

’’گاؤں میں ایک زمین میری زمین کے متّصل ایک صاحِب کی تھی۔ وہ ایک سود خوار کے ہاتھ بیچنا چاہتے تھے۔ اُن سے کہا گیا، مخالفت کی وجہ سے انھوں نے نہ مانا۔ والدِ ماجد خواب میں تشریف لائے اور فرمایا:

مجھے نہیں دیتے، سود خوار کو دیتے ہیں اور ملے گی مجھی کو، چناں چہ ایسا ہی ہوا۔‘‘

(الملفوظ، حصۂ سوم، ص:۴۱۳، مکتبۃ المدینہ)

بشارت سنائی

ایک مرتبہ خواب میں تشریف لاکر یہ بشارت سنائی گئی:

”ایک بار میں نے دیکھا کہ حضرت والدِ ماجد کے ساتھ ایک سواری ہے ، بہت نفیس اور اُونچی بھی تھی۔ والدِ ماجد نے کمر پکڑ کر سوار کیا اور فرمایا: ” گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا، آگے اللہ (عزوجل) مالک ہے۔“ میرے خیال میں اس سے مراد غلامی ہے سرکار غوثیت رضِی اللہ تعالیٰ عنہ کی۔“

(الملفوظ، حصۂ سوم، ص:۴۱۴، مکتبۃ المدینہ)

اجازت نہ ملنے تک رکے رہے

والد صاحب نے اپنی زندگی میں ایک صاحب سے معاملات کرنے سے روک دیا تھا، پھر ایک وقت ایسا کہ انھی صاحب سے کام کروانے میں مصلحت نظر آئی، مگر چوں کہ والد صاحب نے منع فرما دیا تھا ؛اس لیے انھیں کام دینے سے رکے رہے،کچھ دنوں بعد والد صاحب کی زیارت ہوئی اور ان کے ساتھ معاملہ کرنے کی اجازت مل گئی، تب جاکر انھیں کام پر مامور فرمایا، ملاحظہ ہو فرماتے ہیں:

”ایک صاحب میرے چچا ہوتے تھے۔ گاؤں کا کام وہی کرتے تھے۔ ایک بار حضرت والدِ ماجد اُن سے ناراض ہوگئے، فرمادیا تھا کہ اب سے یہ گاؤں کا کام نہ کریں۔ بعد میں مجھے فرصت نہیں ہوئی اور گاؤں کے کام پر معتمد آدمی درکار تھا اور ان سے بڑھ کر کون معتمد ہو سکتا تھا، مگر حضرت والدِ ماجد کی ممانعت تھی، سخت فکر تھی۔ ایک روز شب کو تشریف لائے اور ان کا ہاتھ لے کر میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں سمجھ گیا کہ حضرت کی اجازت ہے کہ اِنھی کو گاؤں کا کام دے دو۔ چناں چہ صبح ہی کو میں نے انھیں گاؤں کو بھیج دیا۔“

(الملفوظ، حصۂ سوم، ص:۴۱۴، مکتبۃ المدینہ)

والدین کو ایصالِ ثواب کرتے رہے

فرماں بردار بیٹے کی یہ عادت ہونی چاہیے کہ والدین کے انتقال کے بعد انھیں ایصالِ ثواب کرتا رہے، اعلیٰ حضرت بھی اپنے والدِ ماجد کے وصال کے بعد سے ہر عید الاضحیٰ کو ان کی طرف سے قربانی کیا کرتے، انھی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

''میں ہمیشہ سے روزِ عید ایک اعلیٰ درجے کا بیش قیمت مینڈھا اپنے سرکار عالَم مدار ﷺ کی طرف سے کیا کرتا ہوں اور روزِ وصالِ حضرت والدِ ماجد قدس سرہ، سے، ایک مینڈھا ان کی طرف سے اور اب اس سُنّتِ کریمہ کے اتباع سے یہ نیت کرلی ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ تابقائے زندگی اپنے ان اہلِ سنّت بھائیوں کی طرف سے کیا کروں گا، جنھوں نے قربانی نہ کی خواہ گزر گئے ہوں یا موجود ہوں یا آئندہ آئیں۔''

(الملفوظ، حصۂ دوم، ص:۳۲۱- ۳۲۲، مکتبۃ المدینہ)

یقیناً اعلیٰ حضرت کا یہ بیان اس وقت کا ہوگا جب ابھی آپ کی والدۂ ماجدہ باحیات رہی ہوں گی، ورنہ اعلیٰ حضرت جیسی ذات سے بعید ہے کہ آپ اپنی والدۂ ماجدہ کی طرف سے ان کے وصال فرماجانے کے بعد قربانی نہ کریں۔

والدین کی قبر ایک بالشت سے اونچی نہ فرمائی

اعلیٰ حضرت عالمِ باعمل انسان تھے، آپ ساری زندگی شریعتِ مطہرہ و سنتِ رسول اللہ ﷺ پر عمل پیرا رہے اور اس سلسلے میں کسی کی رعایت نہ فرمائی، نہ کسی سے بے جا محبت کی پھر وہ آپ کے والدین ہی کیوں نہ ہوں، چناں چہ آپ سے سوال ہوا:

قبر کا اُونچا بنانا کیسا ہے؟

اس پر جواب ارشاد فرمایا: خِلافِ سُنت ہے۔ میرے والدِ ماجد، میری والدۂ ماجدہ، میرے بھائی کی قبریں دیکھیے ایک بالشت سے اُونچی نہ ہوں گی۔

(الملفوظ، حصۂ چہارم، ص:۴۲۸، مکتبۃ المدینہ)

اعلیٰ حضرت اکثر دعا فرماتے

اعلیٰ حضرت جب کبھی عقوقِ والدین پر آئیں وعیدوں کا تذکرہ فرماتے، اس کی ہولناکیوں کو محسوس کرتے تو فوراً دعا مانگ لیا کرتے۔ اس باب کا اختتام بھی اعلیٰ حضرت کے دعا پر کیا جاتا ہے:

"اللہ عزوجل عقوق سے بچائے اور ادائے حقوق کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین اٰمین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیّدنا ومولانا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین والحمدللہ ربّ العٰلمین۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج:۲۴، ص:۴۰۲، ملخصًا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب نمبر ۴
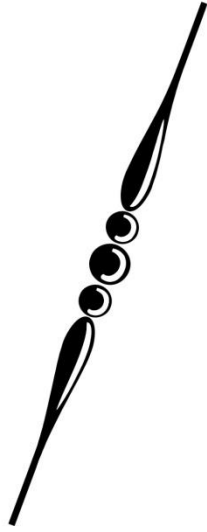
امام احمد رضا اور حقوق اولاد

قلمی کردار

حقوق اولاد کے سلسلے میں اعلیٰ حضرت نے احادیث مرفوعی کی روشنی میں ۸۰/ حقوق شمار کرائے ہیں، جن میں سے اکثر حقوق مستحبات کے قبیل سے ہیں کہ اگر والد ادا نہ کرے تو اس سے مواخذہ جائز نہیں۔ اور بعض حقوق وہ ہیں کہ ان کی ادائگی نہ ہونے کی صورت میں والد سے قیامت میں مطالبہ ہوگا۔ ان ۸۰/ حقوق میں سے ۶۰/ حقوق میں بیٹا بیٹی دونوں شریک ہیں، ۵/ حقوق صرف بیٹوں کے ساتھ خاص ہیں اور مابقیہ ۱۵/ حقوق بیٹیوں کے ساتھ خاص ہیں۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے وہ حقوق شمار کرائیں ہیں جن کی ادائیگی نہ ہونے کی صورت میں اولاد اپنے والد سے اس کی ادائیگی کا مطالبہ کر سکتی ہے یا اس سلسے میں حاکم کے یہاں مقدمہ دائر کر سکتی ہے۔ آئیے ان حقوق کا مطالعہ کریں:

اولاد کے وہ ۶۰/ حقوق جس میں بیٹا اور بیٹی دونوں شریک ہیں

(۱) سب سے پہلا حق وجود اولاد سے بھی پہلے یہ ہے کہ آدمی اپنا نکاح کسی رذیل کم قوم سے نہ کرے کہ بُری رگ ضرور رنگ لاتی ہے۔

(۲) دیندار لوگوں میں شادی کرے کہ بچہ پر نانا و ماموں کی عادات کا بھی اثر پڑتا ہے۔

(۳) زنگیوں حبشیوں میں قرابت نہ کرے کہ ماں کا سیاہ رنگ بچہ کو بدنمانہ کر دے،

(۴) جماع کی ابتداء بسم اللہ سے کرے ورنہ بچہ میں شیطان شریک ہوجاتا ہے۔

(۵)اس وقت شرمگاہ زن پر نظر نہ کرے کہ بچہ کے اندھے ہونے کا اندیشہ ہے۔

(٦)زیادہ باتیں نہ کرے کہ گونگے یا توتلے ہونے کا خطرہ ہے۔

(۷) مردوزن کپڑا اوڑھ لیں جانوروں کی طرح برہنہ نہ ہوں کہ بچہ کے بے حیا ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۸) جب بچہ پیدا ہو فوراً سیدھے کان میں اذان بائیں میں تکبیر کہے کہ خلل شیطان وام الصبیان سے بچے۔

(۹) چھوہارا وغیرہ کوئی میٹھی چیز چبا کر اس کے منہ میں ڈالے کہ حلاوت اخلاق کی فال حسن ہے۔

(۱۰)ساتویں اور نہ ہو سکے تو چودھویں ورنہ اکیسویں دن عقیقہ کرے، دختر کے لیے ایک پسر کے لیے دو کہ اس میں بچے کا گویا رہن سے چھڑانا ہے۔

(۱۱)ایک ران دائی کو دے کہ بچہ کی طرف سے شکرانہ ہے۔

(۱۲)سر کے بال اُتروائے۔

(۱۳)بالوں کے برابر چاندی تول کر خیرات کرے۔

(۱۴)سر پر زعفران لگائے۔

(۱۵) نام رکھے یہاں تک کہ کچے بچے کا بھی جو کم دنوں کا گر جائے ورنہ اللہ عزوجل کے یہاں شاکی ہوگا۔

(۱٦)برا نام نہ رکھے کہ بدفال بد ہے۔

(۱۷) عبداللہ، عبدالرحمن، احمد، حامد وغیرہ باعبادت وحمد کے نام یا انبیا واولیا یا اپنے بزرگوں میں جو نیک لوگ گزرے ہوں ان کے نام پر نام رکھے کہ موجب برکت ہے خصوصًا نام پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ اس مبارک نام کی بے پایاں برکت بچہ کے دنیاوآخرت میں کام آتی ہے۔

(۱۸) جب محمد نام رکھے تو اس کی تعظیم وتکریم کرے۔

(۱۹) مجلس میں اس کے لیے جگہ چھوڑے۔

(۲۰) مارنے بُرا کہنے میں احتیاط رکھے۔

(۲۱) جومانگے بروجہ مناسب دے۔

(۲۲) پیار میں چھوٹے لقب بیقدر نام نہ رکھے کہ پڑا ہوا نام مشکل سے چھوٹتا ہے۔

(۲۳) ماں خواہ نیک دایہ نمازی صالحہ شریف القوم سے دوسال تک دودھ پلوائے۔

(۲۴) رذیل یابدافعال عورت کے دودھ سے بچائے کہ دودھ طبیعت کو بدل دیتا ہے۔

(۲۵) بچے کا نفقہ اس کی حاجت کے سب سامان مہیا کرنا خود واجب ہے جن میں حفاظت بھی داخل۔

(۲۶) اپنے حوائج واداۓ واجبات شریعت سے جوکچھ بچے اس میں عزیزوں قریبوں محتاجوں غریبوں سب سے پہلے حق عیال واطفال کا ہے جو ان سے بچے وہ اوروں کو پہنچے۔

(۲۷) بچہ کو پاک کمائی سے روزی دے کہ ناپاک مال ناپاک ہی عادتیں ڈالتا ہے۔

(۲۸) اولاد کے ساتھ تنہا خوری نہ برتے بلکہ اپنی خواہش کو ان کی خواہش کے تابع رکھے جس اچھی چیز کو ان کا جی چاہے انھیں دے کر ان کے طفیل میں آپ بھی کھائے، زیادہ نہ ہو تو انھی کو کھلائے۔

(۲۹) خدا کی ان امانتوں کے ساتھ مہر ولطف کا برتاؤ رکھے۔ انھیں پیار کرے بدن سے لپٹائے کندھے پر چڑھائے۔

(۳۰) ان کے ہنسنے کھیلنے بہلنے کی باتیں کرے ان کی دلجوئی، دلداری، رعایت ومحافظت ہر وقت حتیٰ کہ نماز وخطبہ میں بھی ملحوظ رکھے۔

(۳۱) نیا میوہ پھل پہلے انھیں کو دے کہ وہ بھی تازے پھل ہیں نئے کو نیا مناسب ہے۔

(۳۲) کبھی کبھی حسب ضرورت انھیں شیرینی وغیرہ کھانے، پہننے، کھیلنے کی اچھی چیز کہ شرعًا جائز ہے دیتا رہے۔

(۳۳) بہلانے کے لیے جھوٹا وعدہ نہ کرے بلکہ بچے سے بھی وعدہ وہی جائز ہے جس کو پورا کرنے کا قصد رکھتا ہو۔

(۳۴) اپنے چند بچے ہوں تو جو چیز دے سب کو برابر ویکساں دے، ایک کو دوسرے پر بے فضیلت دینی ترجیح نہ دے۔

(۳۵) سفر سے آئے تو ان کے لیے کچھ تحفہ ضرور لائے۔

(۳۶)بیمار ہوں تو علاج کرے۔

(۳۷)حتی الامکان سخت و موذی علاج سے بچائے۔

(۳۸)زبان کھلتے ہی اللہ اللہ پھر پورا کلمہ لاالہ الااللہ بھرپور کلمہ طیبہ سکھائے۔

(۳۹)جب تمیز آئے ادب سکھائے کھانے، پینے، ہنسنے، بولنے، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے، حیا، لحاظ، بزرگوں کی تعظیم، ماں باپ، استاذ اور دختر کو شوہر کے بھی اطاعت کے طرق وآداب بتائے۔

(۴۰)قرآن مجید پڑھائے۔

(۴۱) استاذ نیک، صالح، متقی، صحیح العقیدہ، سن رسیدہ کے سپرد کردے، اور دختر کو نیک پارسا عورت سے پڑھوائے۔

(۴۲)بعد ختم قرآن ہمیشہ تلاوت کی تاکید رکھے۔

(۴۳)عقائد اسلام و سنت سکھائے کہ لوح سادہ فطرت اسلامی و قبول حق پر مخلوق ہے اس وقت کا بتایا پتھر کی لکیر ہوگا۔

(۴۴) حضور اقدس رحمت عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت و تعظیم ان کے دل میں ڈالے کہ اصل ایمان و عین ایمان ہے۔

(۴۵) حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آل واصحاب واولیاء وعلماء کی محبت وعظمت تعلیم کرے کہ اصل سنت وزیور ایمان بلکہ باعث بقائے ایمان ہے۔

(۴۶)سات برس کی عمر سے نماز کی زبانی تاکید شروع کردے۔

(۴۷)علمِ دین خصوصًا وضو، غسل، نماز و روزہ کے مسائل، توکل، قناعت، زہد،

اخلاص، تواضع، امانت، صدق، عدل، حیا، سلامت صدور ولسان وغیرہا خوبیوں کے فضائل حرص وطمع، حب دنیا، حب جاہ، ریا، عجب، تکبر، خیانت، کذب، ظلم، فحش، غیبت، حسد، کینہ وغیرہا برائیوں کے رذائل پڑھائے۔

(۴۸) پڑھانے سکھانے میں رفق ونرمی ملحوظ رکھے۔

(۴۹) موقع پر چشم نمائی تنبیہ تہدید کرے مگر کوسنا نہ دے کہ اس کا کوسنا ان کے لیے سبب اصلاح نہ ہوگا بلکہ اور زیادہ افساد کا اندیشہ ہے۔

(۵۰) مارے تو منہ پر نہ مارے۔

(۵۱) اکثر اوقات تہدید وتخویف پر قانع رہے کوڑا قمچی اس کے پیش نظر رکھے کہ دل میں رعب رہے۔

(۵۲) زمانہ تعلیم میں ایک وقت کھیلنے کا بھی کہ طبیعت نشاط پر باقی رہے۔

(۵۳) مگر زنہار زنہار بُری صحبت میں نہ بیٹھنے دے کہ یارِ بد مارِ بد سے بدتر ہے۔

(۵۴) نہ ہرگز ہرگز بہادر دانش، مینا بازار، مثنوی غنیمت وغیرہا کتب عشقیہ وغزلیات فسقیہ دیکھنے دے کہ نرم لکڑی جدھر جھکائے جھک جاتی ہے صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ لڑکیوں کو سورہ یوسف شریف کا ترجمہ نہ پڑھایا جائے کہ اس میں مکر زنان کا ذکر فرمایا ہے، پھر بچوں کو خرافات شاعرانہ میں ڈالنا کب بجا ہو سکتا ہے۔

(۵۵) جب دس برس کا ہو نماز مار کر پڑھائے۔

(۵۶) اس عمر سے اپنے خواہ کسی کے ساتھ نہ سلائے جدا بچھونے جدا پلنگ پر اپنے پاس رکھے۔

(۵۷) جب جوان ہو شادی کردے، شادی میں وہی رعایت قوم و دین و سیرت وصورت ملحوظ رکھے۔

(۵۸) اب جو ایسا کام کہنا ہو جس میں نافرمانی کا احتمال ہو اسے امر و حکم کے صیغہ سے نہ کہے بلکہ برفق و نرمی بطور مشورہ کہے کہ وہ بلائے عقوق میں نہ پڑ جائے۔

(۵۹) اسے میراث سے محروم نہ کرے جیسے بعض لوگ اپنے کسی وارث کو نہ پہنچنے کی غرض سے کل جائداد دوسرے وارث یا کسی غیر کے نام لکھ دیتے ہیں۔

(۶۰) اپنے بعد مرگ بھی ان کی فکر رکھے یعنی کم سے کم دو تہائی ترکہ چھوڑ جائے ثلث سے زیادہ خیرات نہ کرے۔

وہ ۵/ حقوق جو صرف بیٹے کے ساتھ خاص ہیں

(۶۱) اسے لکھنا،

(۶۲) پیرنا (تیرنا اور)،

(۶۳) سپہ گری سکھائے۔

(۶۴) "سورۂ مائدہ" کی تعلیم دے۔

(۶۵) اِعلان کے ساتھ اس کا ختنہ کرے۔

وہ ۱۵/ حقوق جو صرف بیٹی کے ساتھ خاص ہیں

(۶۶) اس کے پیدا ہونے پر ناخوشی نہ کرے، بلکہ نعمتِ الٰہیہ جانے۔

(۶۷) اسے سینا پرونا کاتنا (سلائی، کڑھائی) کھانا پکانا سکھائے۔

(۶۸) "سورۂ نور" کی تعلیم دے۔

(۶۹) لکھنا ہرگز نہ سکھائے کہ احتمالِ فتنہ ہے۔

(۷۰) بیٹیوں سے زیادہ دل جوئی و خاطر داری رکھے، کہ ان کا دل بہت چھوٹا ہوتا ہے۔

(۷۱) دینے میں انھیں اور بیٹوں کو کانٹے کی تول برابر رکھے۔

(۷۲) جو چیز دے پہلے انھیں دے کر بیٹوں کو دے۔

(۷۳) نو برس کی عمر سے (بیٹیوں کو) نہ اپنے پاس سلائے، نہ بھائی وغیرہ کے ساتھ سونے دے۔

(۷۴) اس عمر سے خاص نگہداشت شروع کرے،

(۷۵) شادی برات میں جہاں گانا ناچ ہو ہرگز نہ جانے دے اگرچہ خاص اپنے بھائی کے یہاں ہو کہ گانا سخت سنگین جادو ہے اور ان نازک شیشوں کو تھوڑی ٹھیس بہت ہے، بلکہ ہنگاموں میں جانے کی مُطلَق بندش کرے۔

(۷۶) گھر کو ان پر زِنداں کر دے بالاخانوں (چھتوں) پر نہ رہنے دے۔

(۷۷) گھر میں لباس و زیور سے آراستہ کرے، کہ (نکاح کے) پیام، رغبت کے ساتھ آئیں۔

(۷۸) جب کفو ملے، نکاح میں دیر نہ کرے۔

(۷۹) حتی الامکان بارہ برس کی عمر میں بیاہ دے۔

(۸۰) زِنہار! زِنہار! کسی فاسق فاجر خصوصًا بدمذہب کے نکاح میں نہ دے۔

وہ حقوق جن میں جبرِ حاکم و چارہ جوئی و اعتراض کو دخل ہے

(۱) نفقہ: کہ باپ پر واجب ہو اور وہ نہ دے تو حاکم جبراً مقرر کرے گا، نہ مانے تو قید کیا جائے گا، حالاں کہ فُرُوع (اولاد) کے اور کسی دَین میں اُصُول (یعنی والدین) محبوس نہیں ہوتے۔

(۲) رضاعت: کہ ماں کے دودھ نہ ہو تو دائی رکھنا، بے تنخواہ نہ ملے تو تنخواہ دینا واجب، نہ دے تو جبراً لی جائے گی جبکہ بچے کا اپنا مال نہ ہو، یوہیں ماں بعدِ طلاق و مُرورِ عدت (طلاق اور عدّت گزرنے کے بعد) بے تنخواہ دودھ نہ پلائے تو اسے بھی تنخواہ دی جائے گی۔

(۳) حضانت (پرورش) کہ لڑکا سات برس، لڑکی نو برس کی عمر تک جن عورتوں مثلاً ماں، نانی، دادی خالہ پھپی کے پاس رکھے جائیں گے اگر ان میں کوئی بے تنخواہ نہ مانے اور بچہ فقیر اور باپ غنی ہے تو جبراً تنخواہ دلائی جائے گی۔

(۴) بعد انتہائے حضانت بچہ کو اپنی حفظ و صیانت میں لینا (یعنی لڑکے کو سات اور لڑکی کو نو برس بعد اپنی حفاظت اور نگہبانی میں رکھنا) باپ پر واجب ہے، اگر نہ لے گا حاکم جبر کرے گا۔

(۵) اُن کے لیے ترکہ باقی رکھنا، کہ بعدِ تعلق حقِ ورثہ یعنی بحالتِ مرض الموت مورِث اس پر مجبور ہوتا ہے یہاں تک کہ ثلث سے زائد میں اس کی وصیت بے اجازتِ وُرَثہ نافذ نہیں۔

(٦) اپنے بالغ بچے، پسر خواہ دختر کو غیر کفو سے بیاہ (شادی کر) دینا، یا مہرِ مثل میں غبن فاحش کے ساتھ (نکاح کرنا)۔ مثلاً دختر کا مہرِ مثل ہزار ہے پانسو پر نکاح کر دیا، یا بہو کا مہر

مثل پانسو ہے ہزار باندھ لینا، یا پسر کا نکاح کسی باندی سے یا دختر کا کسی ایسے شخص سے جو مذہب یا نسب یا پیشہ یا افعال یا مال میں وہ نقص رکھتا ہو جس کے باعث اُس سے نکاح موجبِ عار ہو ،ایک بار تو ایسا نکاح باپ کا کیا ہوا نافذ ہوتا ہے ، جبکہ نشے میں نہ ہو، مگر دوبارہ اپنے کسی نابالغ بچے کا ایسا نکاح کرے گا تو اصلاً صحیح نہ ہو گا۔

(۷)ختنہ میں بھی ایک صورت جبر کی ہے کہ اگر کسی شہر کے لوگ چھوڑ دیں ، سلطانِ اسلام انھیں مجبور کرے گا، نہ مانیں گے تو ان پر جہاد فرمائے گا۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۲۴، ص:۴۵۱-۴۵۷، ملخصًا)

عملی کردار

مذکورہ ۸۰/ حقوق پڑھتے جائیے اور اعلیٰ حضرت کی سیرت کا مطالعہ کرتے جائیے، کوئی بھی حق ایسا نہیں ملے گا جس کی ادائیگی اعلیٰ حضرت نہ کی ہو، اب چلیے اختصار کے ساتھ اعلیٰ حضرت کی زندگی کے ان گوشوں کا مشاہدہ کریں جن سے حقوق اولاد کی ادائیگی ظاہر ہوتی ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے دو فرزند تھے، محمد حامد رضا خاں اور محمد مصطفیٰ رضا خاں، دونوں کی پرورش اعلیٰ حضرت ہی نے فرمائی، دونوں کو اسلامی ماحول میں ڈھالا، نماز روزے کا پابند بنایا، اچھی تعلیم دی و دلوائی، آپ ہی کی تربیت کا نتیجہ ہے کہ ایک حجۃ الاسلام اور دوسرے مفتیٔ اعظم ہند بن کر چمکے۔

مفتیِ اعظم ہند کا اعتراف حقیقت

حضور مفتیٔ اعظم ہند انھی مبارک ایام کو یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''الصحبة مؤثرة'' صحبت بغیر رنگ لائے نہیں رہتی اور پھر اچھوں کی صحبت اور وہ بھی کون؟ (یعنی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) جنھیں سید العلماء کہیں تو حق یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا، جنھیں تاج العرفاء کہیں بجا، جنھیں مجدد وقت اور امام الاولیاء سے تعبیر کریں تو صحیح، جنھیں حرمین طیبین کے علمائے کرام نے مدائحِ جلیلہ سے سراہا، ''انه السيد الفرد الامام'' کہا، اِن کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، انھیں اپنا شیخِ طریقت بنایا، اِن سے

سندیں لیں، اجازتیں لیں، اِنھیں اپنا استاذ مانا۔ پھر ایسے اچھے کی صحبت کیسی بابرکت صحبت ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ اس صحبت کی برکت نے انسان کردیا۔ اس زمانے میں کہ آزادی کی تندو تیز ہوا چل رہی تھی کیا عجب تھا کہ میں غریب بھی اس باد صرصر کے تیز جھونکوں سے جہاں صدہا بئس المصیر پہنچے وہیں جا رہتا، مگر اپنے مولا کے قربان جس کی نظرِ عنایت نے پکا مسلمان بنادیا۔ والحمدللہ علی ذلک۔ اب نہ وہ خُودی ہے جو بے خُود بنائے تھی۔ نہ وہ مدہوشی جو بے ہوش کیے تھی۔

(الملفوظ، حصۂ اول، ص:۵۴، مکتبۃ المدینہ)

بچوں کا اچھا نام رکھا

اولاد کا اچھا نام رکھنا بھی ایک حق ہے، اعلیٰ حضرت نے اپنے اور اپنے بھائیوں کے جتنے لڑکے پیدا ہوئے میں نے سب کا نام محمد رکھا۔

(الملفوظ، حصۂ اول، ص:۳۷، مکتبۃ المدینہ)

بچوں کا عقیقہ فرمایا

مفتی اعظم ہند کی ولادت ہوئی تو ساتویں دن ''محمد'' نام پر عقیقہ کیا اور عرفی نام ''مصطفیٰ رضا'' تجویز فرمایا۔

(فتاویٰ مفتی اعظم ہند، ج:۱، ص:۲۴۱، مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی)

بزرگوں سے فیض یاب فرمایا

جب بچے کی ولادت ہوتی ہے تو والدین اسے کسی بزرگ ہستی کی گود میں دیتے ہیں تاکہ بچہ بزرگوں کی دعاؤں سے مالا مال ہو اور اس کا مستقبل تابناک ہو جائے، حضور مفتی اعظم ہند کی ولادت کے کچھ دن بعد جب حضرت ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ بریلی تشریف لائے تو اعلیٰ حضرت نے حضور مفتیِ اعظم ہند کو آپ کی آغوشِ نوری میں ڈال دیا گیا۔ حضرت نوری علیہ الرحمہ نے فرمایا:

''یہ بچہ بڑا ہو کر دین و ملت کی بڑی خدمت کرے گا اور مخلوق خدا کو اس کی ذات سے بڑا فیض پہنچے گا۔ یہ بچہ ولی ہے، یہ فیض کا دریا ہے، اس کی نگاہوں سے لاکھوں گمراہ انسان دین حق پر قائم ہوں گے۔''

پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی انگشتِ مبارک حضور مفتیِ اعظم ہند کے منہ میں رکھ کر قادِری و برکاتی برکات سے ایسا مالا مال کر دیا۔

(الملفوظ، حصہ اول، ص:۳۷، مکتبۃ المدینہ)

بچوں کو بڑی جاں فشانی سے تعلیم دی

اعلیٰ حضرت بڑے صاحب زادے حضور حجۃ الاسلام نے جو کچھ پڑھا اعلیٰ حضرت سے ہی پڑھا، آپ کے علاوہ حضور حجۃ الاسلام کا کوئی دوسرا استاد نہیں، طریقۂ تعلیم یہ تھا کہ اپنا قیمتی وقت نکال کر سبقاً سبقاً درس دیتے، اور قدر اہتمام سے کہ حامد میاں کو آنے میں دیر ہوتی، یا غیر حاضری ہوتی تو ناراض ہوتے، کبھی کچھ سزا بھی دیتے، ایک مرتبہ سجادی تو آپ کی والدہ

نے ناراضگی کا اظہار فرمایا، اس پر آپ نے عرض کیا:

"آٹھویں پست ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے خاندان میں علم جاری رہے، اور حامد کو میں یوں سبقاً سبقاً پڑھاتا ہوں کہ اس کے علم میں کمی نہ ہو۔"

(ماہنامہ پیغامِ شریعت، دہلی، ص:۸-۹، شمارہ: اگست، سنہ: ۲۰۱۷،
مقالہ: تذکرۂ خانوادۂ رضویہ بزبان حضرت شوکت میاں علیہ الرحمہ)

بچوں کے بچوں کا رشتہ طے فرمایا

گھر کے بڑے زیادہ تجربہ کار ہوتے ہیں، بچوں کا رشتہ طے کرنے میں ان کی باتوں کو ماننا عقل مندی کے ساتھ ساتھ خیر و برکت کا باعث بھی ہوتا ہے، اعلیٰ حضرت نے مولانا حامد رضا صاحب کے فرزند کا نکاح چھوٹی عمر میں ہی حضور مفتیٔ اعظم ہند کی دختر سے طے فرما دیا تھا، جسے آپ کے دونوں فرماں بردار بچوں نے بے چوں چرا مان لیا تھا، یہ رشتہ نجیب الطرفین کہلایا کہ والد کی طرف سے حضور حجۃ الاسلام سے ہوتا ہوا اور والدہ کی طرف سے حضور مفتیٔ اعظم ہند کی طرف سے ہوتا ہوا اعلیٰ حضرت تک پہنچتا تھا۔ اس رشتے میں اللہ تعالیٰ نے وہ خیر و برکت عطا فرمائی جسے دنیا آج تک دیکھ رہی ہے، واقعے کا پس منظر ملاحظہ فرمائیں:

"اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ اپنی صاحب زادی کا نکاح پڑھار ہے تو دونوں پوتا پوتی پھوپھی کی شادی میں اچھا لباس پہنے ہوئے تھے، پوتے کی عمر ۸/ سال اور پوتی کی عمر ۵/سال، تو اعلیٰ حضرت نے دونوں کو بلایا، ایک کو ایک زانو پر بٹھایا دوسرے کو دوسرے زانو پر اور فرمایا:

"حامد میاں کو بلاؤ، مصطفیٰ میاں کو بلاؤ۔"

دونوں حضرات آئے تو ان سے فرمایا:

"تمھارے اس بچے کا عقد اس بچی سے کرتا ہوں، تمھاری اس بچی کا عقد اس بچے سے کرتا ہوں۔"

دونوں نے اجازت دے دی، اعلیٰ حضرت نے نکاح پڑھادیا۔

نکاح کے بعد گھر میں کچھ باتیں ہوئیں تو فرمایا:

"اگر اس زمین سے آسمان تک کوئی اڑے تو اس بچی کے لیے جیلانی سے بہتر کوئی نہیں۔"

(ماہنامہ پیغامِ شریعت، دہلی، ص:۱۴، شمارہ:ستمبر، سنہ:۲۰۱۷ء،
مقالہ:تذکرۂ خانوادۂ رضویہ بزبان حضرت شوکت میاں علیہ الرحمہ)

بچوں کی حوصلہ افزائی فرماتے

والد بچوں کی حوصلہ افزائی بھی فرماتا ہے تاکہ اس کے بچوں کے اندر خود اعتمادی پیدا ہو، اعلیٰ حضرت بھی اپنے بچوں کی حوصلہ افزائی فرماتے، چناں چہ جب حضور مفتیِ اعظم ہند نے اپنا پہلا فتویٰ لکھ کر تصحیح کے لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی بار گاہ میں پیش کیا، تو آپ بہت مسرور ہوئے اور آپ سے فرمایا:

"اس پر دستخط کرو۔"

پھر ان الفاظ میں:

"صح الجواب بعون الملک الوہاب۔"

اس فتوے کی تصدیق فرمائی، ساتھ ہی پانچ روپے بطورِ انعام عطا فرمایا۔

اس کے بعد فرمایا:

تمھاری مہر بنوا دیتا ہوں، اب فتویٰ لکھا کرو، ایک رجسٹر بنالو اس میں نقل بھی کر لیا کرو۔

(فتاویٰ مفتی اعظم ہند، ج:۱، ص:۲۴۳، مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی)

نادانی پر تنبیہ

بچے کبھی کچھ نادانی کر بیٹھتے ہیں، کچھ نامناسب مطالبات کر لیتے ہیں، اگر اس وقت انھیں تنبیہ نہ کی جائے جائے تو ان کے بگڑنے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ بھی بچوں کی نادانیوں پر کبھی کبھی انھیں سخت لہجے میں تنبیہ فرمایا کرتے، ذیل کے اقتباس سے اس کا اندازہ کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا، اعلیٰ حضرت اپنے دوسرے سفرِ حج کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جدہ شریف میں جب جہاز پہنچا حجاج کی بے حد کثرت اور جانے کا صِرف ایک راستہ جو دو طرفہ ٹٹیوں (ٹٹ۔ٹیوں، یعنی بانس یا سرکنڈوں وغیرہ سے بنائی گئی دیواروں) سے بہت دور تک محدود (یعنی گھرا ہوا)۔ بھلا ایسی حالت میں کس طرح گزر ہو! زنانی سواریاں ساتھ۔ پانچ گھنٹے اسی اِنتظار میں گذر گئے کہ ذرا ہجوم کم ہو تو سواریوں کو لے چلیں، لیکن اس وقت سلسلہ منقطع نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ یہاں تک کہ دوپہر قریب ہو گیا۔ دھوپ اور بھوک اور پیاس سب باتیں جمع تھیں کہ ننھے میاں اور سب لوگ نہایت پریشان! جب بہت دیر ہو گئی تو ننھے میاں اور حامد رضا خاں نے مجھ سے آکر کہا:

''یہاں آخر کب تک بھوکے پیاسے دھوپ میں کھڑے رہیں گے؟''

میں نے کہا:

"تمھیں جلدی ہے تو جاؤ، میں تا وقتے کہ بھیڑ کم نہ ہو، زنانی سواریوں کو نہیں لے جاؤں گا۔"

اب کس کی مجال تھی جو کچھ کہتا، مجبوراً خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک عربی صاحب جن کو اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، میرے پاس تشریف لائے اور بعد سلام علیک پہلا لفظ یہ فرمایا:

"یا شیخ مالی اراک حزینا۔ کیا سبب ہے کہ میں آپ کو پریشان دیکھ رہا ہوں؟"

میں نے عرض کیا:

"پریشانی ظاہر ہے، ہمارے ساتھ میں مستورات ہیں اور مردوں کا یہ کثیر ہجوم، ہمیں پانچ گھنٹے یہیں کھڑے ہو گئے۔"

فرمایا: "اپنے مردوں کا حلقہ بنا کر عورتوں کو درمیان میں لے لو اور میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔"

غرض حلقہ میں عورتوں کو لے کر ان عربی صاحب کے پیچھے ہو لیے۔ ہم نے دیکھا کہ راستہ بھر ہمارے شانے سے بھی کسی غیر شخص کا شانہ نہیں لگا۔ جب راستہ طے ہوا فوراً وہ عربی صاحب نظروں سے غائب ہو گئے۔

(الملفوظ، حصہ دوم، ص:۱۸۷، مکتبۃ المدینہ)

بچوں کو اپنے ساتھ رکھتے

والدین کہیں اچھی جگہ مثلاً بزرگوں کے مزارات یا کسی دینی درسگاہ یا لائبریری وغیرہ

جاتے ہیں تو کبھی کبھار اپنے بچوں کو بھی ساتھ لے جاتے ہیں تا کہ والدین کے معمولات دیکھ کر بچے بھی ان کے معمولات سیکھ سکیں، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا بھی اس پر معمول رہا ہے، آپ کو کسی علمی یا مشربی جگہ جانا ہوتا تو اپنے بچوں کو ساتھ رکھتے، ایک واقعہ پر اکتفا فرمائیں:

"بعد فراغِ مناسک، کتب خانہ حرمِ محترم کی حاضری کا شغل رہا۔ پہلے روز جو حاضر ہوا، حامد رضا خاں ساتھ تھے۔ محافظِ کتبِ حرم ایک وجیہ وجمیل عالمِ نبیل مولانا سید اسمٰعیل (علیہ رحمۃ اللہ الجلیل) تھے۔ یہ پہلا دن اُن کی زیارت کا تھا۔ یہ حضرت مثل دیگر اکابرِ مکہ مکرمہ اس فقیر سے غائبانہ خلوصِ تام رکھتے تھے، جس کا سبب میرا فتویٰ مسمّٰی بہ "**فَتَاوَی الْحَرَمَین برجف نَدْوَةِ الْمَین**" تھا، کہ سات برس پہلے ۱۳۱۶ھ میں ردِ ندوہ کے لیے اٹھائیس سوال وجواب پر مشتمل (ہے)، جسے میں نے بیس گھنٹے سے کم میں لکھا تھا اور بذریعۂ بعض حجاج خادمانِ دین اِن حضرات کے حضور پیش ہوا اور انھوں نے اپنی گراں بہا تقریظات سے اسے مزین فرمایا اور فقیر کو بے شمار اعلیٰ اعلیٰ درجے کے کلماتِ دعا وثنا کا شرف دیا اور وہ مع ترجمہ ایک مبسوط کتاب ہو کر بمبئی ۱۳۱۷ھ میں طبع ہو کر شائع ہو چکا تھا۔ اُس وقت سے مولا عزوجل نے اس ذرۂ بے مقدار کی کمال محبت ووقعت اُن جلیل قلوب میں ڈال دی تھی، مگر ملاقاتِ ظاہری نہ ہوئی تھی۔ حضرت مولانا موصوف سے کچھ کتابیں مطالعہ کے لیے نکلوائیں۔ حاضرین میں سے کسی نے اس مسئلہ کا ذکر کیا کہ قبلِ زوال، رمی کیسی؟ مولانا نے فرمایا: " یہاں کے علما نے جواز پر فتوی دیا ہے۔" حامد رضا خاں سے اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ مجھ سے اِستفسار ہوا،

میں نے کہا: " خلافِ مذہب ہے۔"

مولانا سید صاحب نے ایک متداول کتاب کا نام لیا کہ اُس میں جواز کو "علیہ الفتویٰ" لکھا ہے۔

میں نے کہا: ممکن کہ روایتِ جواز ہو، مگر "علیہ الفتویٰ" ہرگز نہ ہوگا۔

وہ کتاب لے آئے، مسئلہ نکلا اور اُسی صورت سے نکلا جو فقیر نے گزارش کی تھی یعنی اُس میں "علیہ الفتویٰ" کا لفظ نہ تھا۔ حضرت مولانا نے حامد رضا خاں سے کان میں جھک کر مجھے پوچھا:

"یہ کون ہے؟"

اور حامد رضا خاں کو بھی نہ جانتے تھے، مگر اس وقت گفتگو انھیں سے ہو رہی تھی ، لہذا اُن سے پوچھا۔ انھوں نے میرا نام لیا۔ نام سنتے ہی حضرت مولانا وہاں سے اٹھ کر بیتابانہ دوڑتے ہوئے آکر فقیر سے لپٹ گئے۔ پھر تو بحمد اللہ تعالیٰ وِدَاد (یعنی الفت و دوستی) نے کامل ترقی کی۔"

(الملفوظ، حصۂ دوم، ص:۱۸۸-۱۸۹، مکتبۃ المدینہ)

کچھ کام بچوں کے سپرد فرماتے

والدین بچوں میں ذمے داری پیدا کرنے یا انھیں طور طریقہ سکھانے کے لیے کچھ کام بچوں کے سپرد فرما دیتے ہیں، مثلاً بازار سے سودا لانا، کسی کو لینے یا رخصت کرنے کے لیے بھیجنا اسی طرح اور بھی دیگر کام جو والدین کرتے اس میں سے کچھ کام کا بچوں کے سپرد فرما دیتے ہیں، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے چوں بہت ہی اہم دین خدمات انجام دیے ہیں اور

آپ کی خواہش بھی تھی کہ ان کے بعد ان کے بچے بھی اسی طرح کی خدمات انجام دیتے رہیں؛اس لیے آپ ان سے انھی اہم دین کاموں میں جزوی طور پر معاونت حاصل فرماتے، ذیل کی ایک مثال مشاہدہ فرمائیں:

مولانا(حضرت مولانا شیخ صالح کمال، سابق قاضیِ مکہ و مفتیِ حنفیہ) سے مقامِ قیام کا کوئی تذکرہ نہ آیا تھا۔ اب وہ فقیر کے پاس تشریف لانا چاہتے ہیں اور حج کا ہنگامہ اور جائے قیام نامعلوم، آخر خیال فرمایا کہ ضرور کتب خانہ میں آیا کرتا ہوگا۔ ۲۵/ ذی الحجہ / ۱۳۲۳ھ کی تاریخ ہے، بعد نمازِ عصر میں کتب خانے کے زینے پر چڑھ رہا ہوں، پیچھے سے ایک آہٹ معلوم ہوئی، دیکھا تو حضرت مولانا شیخ صالح کمال (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہیں، بعد سلام و مصافحہ دفترِ کتب خانہ میں جا کر بیٹھے۔ وہاں حضرت مولانا سید اسمٰعیل اور ان کے نوجوان سعید، رشید بھائی سید مصطفی اور ان کے والد ماجد مولانا سید خلیل اور بعض حضرات بھی کہ اِس وقت یاد نہیں، تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے جیب سے ایک پرچہ نکالا جس پر علمِ غیب کے متعلق پانچ سوال تھے (یہ وہی سوال ہیں جن کا جواب مولانا نے شروع کیا تھا اور تقریرِ فقیر کے بعد چاک فرمادیا) مجھ سے فرمایا:

"یہ سوال وہابیہ نے حضرت سیدنا (سیدنا وہاں شریفِ مکہ کو کہتے ہیں، اس وقت شریف علی پاشا تھے) کے ذریعہ سے پیش کیے ہیں اور آپ سے جواب مقصود ہے۔"

میں نے مولانا سید مصطفی سے گزارش کی:

"قلم دوات دیجیے۔"

حضرت مولانا شیخ کمال و مولانا سید اسمٰعیل و مولانا سید خلیل سب اکابر (رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہم) نے-کہ تشریف فرما تھے-ارشاد فرمایا:

"ہم ایسا فوری جواب نہیں چاہتے، بلکہ ایسا جواب ہو کہ خبیثوں کے دانت کھٹے ہوں۔"

میں نے عرض کی:

اس کے لیے قدرے مہلت چاہیے، دو گھڑی دن باقی ہے اس میں کیا ہو سکتا ہے؟"

حضرت مولانا شیخ صالح کمال (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا:

"کل سہ شنبہ، پرسوں چہار شنبہ ہے، اِن دو روز میں ہو کر پنج شنبہ کو مجھے مل جائے؛ کہ میں شریف کے سامنے پیش کر دوں۔"

میں نے اپنے رب عزوجل کی عنایت اور اپنے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اِعانت پر بھروسہ کر کے وعدہ کر لیا اور شانِ الٰہی کہ دوسرے ہی دن سے بخار نے پھر عود کیا، اسی حالتِ تپ **میں رسالہ تصنیف کرتا اور حامد رضا خاں تبییض کرتے** (یعنی مسودے کو صاف اور خوشخط کر کے لکھتے)۔۔۔

(اس کے بعد رسالہ "الدولۃ المکیہ" کس طرح مکمل ہوئی اس کی تفصیل ہے۔)

(الملفوظ، حصۂ دوم، ص:۱۹۰، مکتبۃ المدینہ)

بچوں میں پیدا شدہ غلط فہمی کا ازالہ فرماتے

اگر بچوں میں نااتفاقی پیدا ہو جائے یا وہ غلط فہمی کا شکار ہو جائیں تو باپ کی ذمے داری ہوتی ہے کہ وہ بچوں میں صلح کرا دے اور ان کی غلط فہمی کا ازالہ فرما دے، ایک مرتبہ اعلیٰ

حضرت کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا محمد رضا صاحب اور اعلیٰ حضرت کے فرزند حضرت مولانا حامد رضا صاحب کے درمیان کچھ غلط فہمی پیدا ہوگئی تو اعلیٰ حضرت نے اس کا ازالہ اس طرح فرمایا:

"ننھے میاں (حضرت مولانا محمد رضا صاحب) سلمہ کی نسبت جو خیالات حامد رضا خان کے ہیں ، میں نے تحقیق کیا، سب غلط ہیں اور وہ احکام بے اصل، یہ شرعی مسئلہ سے کہتا ہوں، نہ رو رعایت سے، ان کی غلط فہمی ہے ، ان کی اطاعت ومحبت واجب ہے، اور اُن پر اِن سے محبت وشفقت لازم ، جو اس کے خلاف کرے گا اس سے میری روح ناراض ہوگی"

(وصایا شریف، ص:۹)

بچوں کو وصیت فرمائی

انتقال سے پہلے والد اپنے بچوں کو کچھ خاص وصیت کرکے جاتا ہے، قرآن پاک میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت کا ذکر ہے:

أَمۡ كُنتُمۡ شُهَدَآءَ إِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوبَ ٱلۡمَوۡتُ إِذۡ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعۡبُدُونَ مِنۢ بَعۡدِي قَالُوا نَعۡبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ ءَابَآئِكَ إِبۡرَٰهِـۧمَ وَإِسۡمَٰعِيلَ وَإِسۡحَٰقَ إِلَٰهًا وَٰحِدًا وَنَحۡنُ لَهُۥ مُسۡلِمُونَ۔ (سورۃ البقرہ:۱۳۳)

بلکہ تم میں کے خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی ، جب کہ اس

نے اپنے بیٹوں سے فرمایا: میرے بعد کس کی پوجا کروگے؟ بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آبا ابراہیم و اسمٰعیل و اسحاق کا، ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔

اعلیٰ حضرت اپنے بچوں اور بھتیجوں کو یہ وصیت فرماتے ہیں:

”رضا حسین، حسنین اور تم سب محبت واتفاق سے رہو ، اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو،اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا، ہر فرض سے اہم فرض ہے،اللہ تعالیٰ توفیق دے۔“

(وصایا شریف، ص:۹)
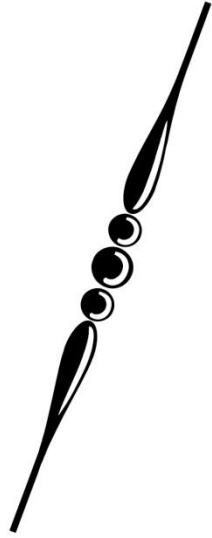
بسم اللہ الرحمن الرحیم
باب نمبر ۵
امام احمد رضا اور حقوق زوجین

قلمی کردار

حقوق زوجین کے متعلق اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

زن و شوہر میں ہر ایک کے دوسرے پر حقوق کثیرہ واجب ہیں ان میں جو بجانہ لائے گا اپنے گناہ میں گرفتار ہوگا، اگر ایک ادائے حق نہ کرے تو دوسرا اسے دستاویز بنا کر اس کے حق کو ساقط نہیں کرسکتا مگر وہ حقوق کہ دوسرے کے کسی حق پر مبنی ہوں اگر یہ اس کا ایسا حق ترک کرے وہ دوسرا اس کے یہ حقوق کہ اس پر مبنی تھے ترک کرسکتا ہے جیسے عورت کا نان ونفقہ کہ شوہر کے یہاں پابند رہنے کا بدلہ ہے، اگر ناحق اس کے یہاں سے چلی جائے گی جب تک واپس نہ آئے گی کچھ نہ پائے گی، غرض واجب ہونے مطالبہ ہونے، بے وجہ شرعی ادانہ کرنے سے گنہگار ہونے میں تو حقوق زن و شوہر برابر ہیں ہاں شوہر کے حقوق عورت پر بکثرت ہیں اور اس پر وجوب بھی اشد وآکد، ہم اس پر حدیث لکھ چکے کہ عورت پر سب سے بڑا حق شوہر کا ہے یعنی ماں باپ سے بھی زیادہ، اور مرد پر سب سے بڑا حق ماں کا ہے یعنی زوجہ کا حق اس سے بلکہ باپ سے بھی کم، **ذٰلک بما فضل اللہ بعضھم علی بعض** واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:۲۴، ص:۳۹۱)

مذکورہ اقتباس میں جو حدیث مذکور ہوئی وہ یہ ہے:

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

سألت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ای الناس اعظم حقا علی المرأۃ قال زوجھا قلت فای الناس اعظم حقا علی الرجل قال امہ۔ رواہ البزار بسند حسن والحاکم۔

میں نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کی عورت پر سب سے بڑا حق کس کا ہے، فرمایا شوہر کا، میں نے عرض کی اور مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے، فرمایا: اس کی ماں کا۔

(فتاوی رضویہ، ج:۲۴، ص:۳۸۸)

اب فرداً فرداً دونوں کے حقوق ملاحظہ فرمائیں:

مرد پر بیوی کے حقوق

(۱) مرد پر عورت کا حق نان ونفقہ دینا۔

(۲) رہنے کو مکان دینا۔

(۳) مہر وقت پر ادا کرنا۔

(۴) اس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ رکھنا۔

قال تعالیٰ:

وعاشروھن بالمعروف۔ (القرآن الکریم ۴/ ۱۹)

عورتوں سے اچھی طرح رہنا سہنا کرو۔

(۵) اسے خلاف شرع باتوں سے بچانا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یاایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نار۔

(القرآن الکریم ٦٦/ ٦)

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

(٦) اگر عورت ادائے حق نہ کرے تو مرد اسے دستاویز بناکر اس کے حق کو ساقط نہیں کر سکتا۔

(۷) مگر وہ حقوق کہ مرد کے کسی حق پر مبنی ہوں اگر عورت اس کا ایسا حق ترک کرے، وہ مرد اس کے یہ حقوق کہ اس پر مبنی تھے ترک کر سکتا ہے، جیسے عورت کا نان و نفقہ کہ شوہر کے یہاں پابند رہنے کا بدلہ ہے، اگر ناحق اس کے یہاں سے چلی جائے گی جب تک واپس نہ آئے گی کچھ نہ پائے گی۔

(فتاوی رضویہ، ج: ۲۴، ص:۳۹۱، ملخصًا)

عورت پر شوہر کے حقوق

(۱) عورت پر مرد کا حق خاص امور متعلقہ زوجیت میں اللہ ورسول کے بعد تمام حقوق حتیٰ کہ ماں باپ کے حق سے زائد ہے۔

(۲) ان امور میں اس کے احکام کی اطاعت اور اس کے ناموس کی نگہداشت عورت پر فرض اہم ہے۔

(۳) بے اس کے اذن کے محارم کے سوا کہیں نہیں جا سکتی۔

(۴) اور محارم کے یہاں بھی ماں باپ کے یہاں ہر آٹھویں دن وہ بھی صبح سے شام تک کے لیے۔

(۵) بہن، بھائی، چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کے یہاں سال بھر بعد اور شب کو کہیں نہیں جا سکتی۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''اگر میں کسی کو غیر خدا کے سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے''

اور ایک حدیث میں ہے:

''اگر شوہر کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہ کر اس کی ایڑیوں تک جسم بھر گیا ہو اور عورت اپنی زبان سے چاٹ کر اسے صاف کرے تو اس کا حق ادا نہ ہوگا''۔

(فتاوی رضویہ، ج:۲۴، ص:۳۷۷ - ۳۷۸)

(۶) اللہ عزوجل نے شوہر کو حاکم بنایا ہے، اسے محکوم بنانا عورت پر حرام ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج:۲۴، ص:۱۹۶)

(۷) اگر مرد ادائے حق نہ کرے تو عورت اسے دستاویز بنا کر اس کے حق کو ساقط نہیں کر سکتی۔

(۸) مگر وہ حقوق کہ عورت کے کسی حق پر مبنی ہوں اگر مرد اس کا ایسا حق ترک کرے وہ عورت اس کے یہ حقوق کہ اس پر مبنی تھے ترک کر سکتی ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج:۲۴، ص:۳۹۱، ملخصًا)

(مثلاً مہر معجل ہو تو اور شوہر ادا نہ کرے تو عورت شوہر کو وطی یا مقدمات وطی سے روک سکتی ہے۔ بہار شریعت، حصہ:۷، ص:۵۷، مکتبۃ المدینہ)

عملی کردار

۱۲۹۱ھ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا نکاح جنابِ شیخ فضل حسین صاحب، رامپور کی صاحب زادی ''ارشاد بیگم'' سے ہوا۔ آپ اعلیٰ حضرت کی پھوپھی زادی تھیں، صوم وصلاۃ کی سختی سے پابند تھیں۔ نہایت خوش اخلاق، بڑی سیر چشم، انتہائی مہمان نواز، نہایت متین و سنجیدہ بی بی تھیں۔ خاندان کے بچے آپ کو ''اماں جان'' کہا کرتے۔

(سیرت اعلیٰ حضرت، ص:۴۹، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

بڑی مہمان نواز تھیں

گھر کا سارا نظم و ضبط آپ ہی سنبھالتی، اعلیٰ حضرت کے یہاں مہمانوں کی آمد کچھ زیادہ ہی ہوتی، مگر کبھی مہمان نوازی میں میں کوئی کمی آنے نہ دیا، آپ کی انھی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے، آپ کے بھتیجے مولانا حسنین رضا نوری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کے یہاں مہمانوں کی بڑی آمد ورفت تھی، ایسا بھی ہوا ہے کہ عین کھانے کے وقت ریل سے مہمان اتر آئے اور جو کچھ کھانا پکنا تھا وہ سب پک چکا تھا، اب پکانے والیوں نے ناک بھوں سمیٹی، آپ نے فوراً مہمانوں کے لیے کھانا اُتار کر باہر بھیج دیا اور سارے گھر کے لیے دال چاول یا کھچڑی پکنے کو رکھوادی گئی کہ اس کا پکنا کوئی دشوار کام نہ تھا۔ جب تک مہمانوں نے باہر کھانا کھایا گھر والوں کے لیے بھی کھانا تیار ہوگیا۔ کسی کو کانوں کان خبر بھی

نہ ہوئی کہ کیا ہوا۔

سارے گھر کا نظم اور مہمان نوازی کا عظیم بار بڑی خاموشی اور صبر و استقلال سے برداشت کر گئیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کے وصال کے بعد بھی کئی سال زندہ رہیں، مگر اب بجز یادِ الٰہی کے انھیں اور کوئی کام نہ رہا تھا۔"

(سیرت اعلیٰ حضرت، ص:۴۹ - ۵۰، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)

اعلیٰ حضرت پر بار نہ ڈالتی

حضرت "اماں جان رحمۃ اللہ علیہا" کو اس بات کا بخوبی احساس تھا اعلیٰ حضرت کی خدمات کا دائرہ کتنا وسیع ہے، اس لیے آپ نے اعلیٰ حضرت پر کبھی کوئی بار نہ ڈالا، نہ ہی کوئی ایسا مطالبہ کیا جس سے آپ پریشان ہوتے، جتنا ہو سکا آپ نے اعلیٰ حضرت کا ساتھ نبھایا، بچوں کی پرورش کے سلسلے میں آپ کی کوششیں کوئی کم نہ تھی، اس کا اندازہ اس سے لگائیے کہ بچیوں کی شادی کا انتظام آپ کے چھوٹے بھائی استاذِ زمن حضرت علامہ حسن رضا کے ساتھ مل کر کرلیا، اس طور پر کہ گھر کے اندر کا کام آپ نے سنبھال لیا اور باہر کا استاذِ زمن نے، اگلے اقتباس سے جہاں ایک بیوی کی وفاداری کا پتہ چلتا ہے، وہیں بھائیوں کی جاں نثاری کا پہلو بھی واضح ہوتا ہے، آپ کے بھتیجے مولانا حسنین رضا فرماتے ہیں:

" اعلیٰ حضرت قبلہ کی دو بیٹیوں کی شادی ہونے والی تھی، دونوں کے نکاح حسب دستورِ خاندان پہلے ہی ہو چکے تھے، رخصتی کا جب تقاضا ہوا تو مولانا حسن رضا خاں اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

" بھائی جان حاجی احمد اللہ خاں صاحب (سمدھی) کا رخصتی کے لیے تقاضا آیا ہے، وہ آپ سے بیاہ کی تاریخ مانگتے ہیں ، میری رائے یہ ہے کہ ہم دونوں بیٹیوں کی شادی ایک ساتھ کیوں نہ کردیں۔"

اعلیٰ حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا :

" ایک بیٹی کی شادی کوئی آسان کام نہیں، نہ کہ ایک ساتھ دو کی۔بیٹی کی شادی میں لوگ بڑے ساز و سامان کرتے ہیں،تم نے کچھ ضروری سامان بھی کرلیا ہے یا مجھ سے تاریخ مقرر کرانے آگئے ؟"

مولانا حسن رضا خاں نے عرض کیا :

"سامان کی تیاری کے متعلق آپ بھابی جان سے دریافت فرمالیجیے۔"

اعلیٰ حضرت نے ان سے فرمایا:

" بیٹیوں کی شادی کے لیے کیا کیاسامان تیار ہوگیا اور کیا کمی رہ گئی ہے؟"

بی بی صاحبہ نے عرض کیا :

" ہمارے پاس تو مسالے بھی پسے تیار رکھے ہیں ، دونوں کے جہیز مکمل ہوگئے ہیں، برات میں کھانے والوں کا کل سامان مہیا ہو چکا ہے، صرف تاریخ کی دیر ہے۔"

اعلیٰ حضرت قبلہ نے جب بی بی صاحب سے یہ الفاظ سنے تو وفور مسرت سے آبدیدہ ہوکر فرمایا:

"حسن میاں! تم نے مجھے دنیا سے بالکل بے نیاز کردیاہے ، میری بیٹیوں

کی شادیاں ہیں، میں ان کا باپ ہوتے ہوئے بالکل بے خبر اور آزاد بیٹھا ہوں، تم نے مجھے یہ سوچنے کی بھی زحمت نہ دی کہ جہیز میں کیا کیا دیا جائے گا اور وہ کہاں کہاں سے فراہم ہو گا یا یہ کہ برات میں کیا کیا کھانے دیے جائیں گے۔"

آبدیدہ ہو کر فرمایا:

"حسن میاں جو کچھ میں دین کی خدمت کررہا ہوں اس کے اجر میں باذن اللہ حصہ دار تم بھی ہو۔ اس واسطے کہ تمھیں نے مجھے دینی خدمات کے لیے دنیا سے آزاد کر دیا ہے۔"

اس پر مولانا حسن رضا خاں رو پڑے۔ قدرے سکون کے بعد تاریخ بھی مقرر فرمادی۔

مولانا حسن رضا خان مرحوم کا یہ عمل بھی مدتوں جاری رہا کہ ہفتہ عشرہ میں اپنے یہاں سے دوقلم بنا کے لے جاتے اور اعلیٰ حضرت کے قلم دان میں رکھ آتے اور ان کے گھسے ہوئے قلم خود لے آتے۔ انھیں اتنی فرصت کہاں تھی کہ لکھنا چھوڑ کر قلم بنائیں۔ اگر لکھتے لکھتے قلم ایک طرف کی گھس جاتی تو دوسری نوک سے لکھنے لگتے ۔مضمون کی آمد میں خلل نہ آنے دیتے۔

مولانا حسن رضا خاں جب تحصیل وصول کے لیے گاؤں جاتے تو پہلے اپنی بڑی بھاوج کے وہاں آتے جہاں گھی،تیل، ایندھن اور غلوں کے وزن وغیرہ معلوم کرتے، وہیں چار پائیاں تخت چوکی وغیرہ کے متعلق دریافت کرتے کہ گھر میں اگر ان چیزوں کی کمی ہو تو یہ سامان بھی گاؤں سے بن کر غلہ ایندھن وغیرہ کی

گاڑیوں میں آجائے۔

ایک بزاز مقرر کر رکھا تھا جو ہر فصل فصلی ضرورت کے کپڑوں کے تھان لاتا، وہ کپڑا اپنی بھاوج صاحبہ سے پسند کراتے اور سارے گھر کا کپڑا خرید کر دیتے۔صرف روزانہ کی ترکاری گوشت ایسا تھا جو اعلیٰ حضرت قبلہ کا دیوڑھی بان لایا کرتا تھا۔

غرض یہ کہ انھوں نے جس دن سے علاقے کا کام کیا اعلیٰ حضرت قبلہ کی اسی انہماک کے ساتھ دیگر خدمات بھی انجام دیں۔

جب ۱۳۲۶ھ میں ان کی وفات ہوگئی تو ان کی جگہ ان کے چھوٹے بھائی مولوی محمد رضا خاں صاحب آئے،انھوں نے بھی بہت کچھ خدمت کی۔سارے علاقے کی تحصیل کر کے حسبِ دستور قدیم، اعلیٰ حضرت قبلہ کا رو پیہ اپنی بڑی بھاوج کی خدمت میں پیش کر دیتے اورغلہ و ایندھن وغیرہ کا معقول انتظام کرتے۔

علاقے کے کام کی وجہ سے انھیں مولانا حسن رضا خاں صاحب جیسی خدمات کا موقع ملا، انھوں نے اپنے انتظام سے اعلیٰ حضرت کے ایک بیٹے اور دو بیٹیوں کی شادیاں کیں اور مولانا حسن رضا خاں صاحب نے اعلیٰ حضرت قبلہ کے ایک بیٹے اور تین بیٹیوں کی شادیاں اپنے اہتمام سے کی تھیں،اعلیٰ حضرت قبلہ کی اولاد کی سات شادیاں ہوئیں،نکاح اعلیٰ حضرت نے پڑھائے۔ان کے دونوں بھائیوں نے انھیں دنیا کی تلاش میں نہ پڑنے دیا ، حالاں کہ ان کی دنیا کافی بڑی تھی۔ یہ تھا وہ نظام قدرت کہ انھیں جب اس صدی کا مجدد بنایا گیا تو ان کے دنیا

کے کاموں میں آسانیاں فراہم کر دیں اور کار متعلقہ کے سارے مواقع ختم فرمادیئے۔

اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ نے اپنے بھائیوں سے یہ کبھی نہ پوچھا کہ تم نے کتارو پیہ وصول کیا اور کتنا اپنی بھاوج کو دیا۔

(سیرتِ اعلیٰ حضرت، ص:۵۴ - ۵۶، امام احمد رضا اکیڈمی)

زندگی بھر کڑی خدمت کرتی رہیں

''اماں جان'' نے اپنی ذمے داری اور حقوق کی ادائیگی میں کسی بھی طرح کی کوئی کوتاہی کبھی نہ برتی، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی خوب خدمت کرتیں اور بڑی پابندی اور لگن سے کرتیں۔ سچ کہا جائے تو اعلیٰ حضرت نے جو تجدیدی خدمات انجام دی، اس میں ''اماں جان'' کی خاموش قربانیوں کا بڑا دخل ہے۔ بقول مولانا حسنین رضا نوری علیہ الرحمہ:

''اعلیٰ حضرت کی ضروری خدمات وہ اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت کے سر میں تیل ملنا یہ اُن کا روز مرہ کا کام تھا، جس میں کم و بیش آدھا گھنٹہ کھڑا رہنا پڑتا تھا اور اس شان سے تیل جذب کیا جاتا تھا کہ اُن کے لکھنے میں اصلاً فرق نہ پڑے، یہ عمل اُن کا روزانہ مسلسل تاحیاتِ اعلیٰ حضرت برابر جاری رہا۔

اعلیٰ حضرت کے گھر کے لیے اُن کا انتخاب بڑا کامیاب تھا، رب العزت نے اعلیٰ حضرت قبلہ کی دینی خدمات کے لیے جو آسانیاں عطا فرمائی تھیں اُن آسانیوں میں ایک بڑی چیز

اماں جان کی ذات گرامی تھی۔ قرآنِ پاک میں رب العزت نے اپنے بندوں کو دعائیں اور مناجاتیں بھی عطا فرمائی ہیں۔ تاکہ بندوں کو اپنے رب سے مانگنے کا سلیقہ آجائے ان میں سے ایک دُعا یہ بھی ہے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور جہنم کے عذاب سے بچا۔

تو دُنیا کی بھلائی سے بعض مفسرین نے ایک پاک دامن، ہمدرد اور شوہر کی جاں نثار بی بی مراد لی ہے۔ ہماری ''اماں جان ''عمر بھر اس دُعا کا پورا اثر معلوم ہوتی رہیں، اپنے دیوروں اور نندوں کی اولاد سے بھی اپنے بچوں جیسی محبت فرماتی تھیں گھرانے کے اکثر بچے انھیں اماں جان ہی کہتے تھے۔ اب کہاں ایسی پاک ہستیاں۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہا''

(سیرت اعلیٰ حضرت، ص:۵۰، امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی)